بسم اللہ الرحمن الرحیم

نواقض الاسلام

اسلام کی عمارت

کوڈھادینے والے دس امور

مصنف

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ

شارح

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن ناصر بن عبداللہ العلوان حفظہ اللہ

مترجم

فضیلۃ الشیخ خلیق الرحمٰن قدؔر حفظہ اللہ

نظر ثانی

فضیلۃ الشیخ حافظ محمد حماد امین حفظہ اللہ

تاریخ اشاعت اول: رمضان ۱۴۲۶ھ بمطابق اکتوبر 2005ء

ناشر: دار القرآن والسنۃ

فہرس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام کی عمارت کو ڈھادینے والے امور

مصنف(شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ) لکھتے ہیں:**بسم الله الرحمن الرحيم . اعلم ان نواقض الاسلام عشرة نواقض.** (ترجمہ:شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے الخ..... جان لو اسلام کے نواقض دس ہیں)

تشریح: صاحبِ کتاب نے اپنی تصنیف کو قرآنِ کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاتیب وخطوط کے طریقہ کار کی پیروی کرتے ہوئے بسم اللہ سے شروع کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے ہر مسلمان کو اپنے مکتوبات وخطوط میں''**بسم الله الرحمن الرحيم**'' لکھنا چاہیے یہ مستحب ہے حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے، پینے اور جماع سے پہلے بھی یہ پڑھا کرتے تھے۔غرض ہر پاکیزہ کام کی ابتداء'**بسم الله**' سے کرتے تھے۔

مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جان لیجئے۔باخبر رہیے کہ اسلام کے منافی امور تقریباً دس ہیں۔خبردار اس لیے کیا جارہا ہے تاکہ ہم بغور ان احکامات کو سنیں اور سمجھیں تاکہ اس علم کے ذریعے شرک کے اندھیروں سے نکل کر اسلام کی روشنیوں کی طرف جاسکیں۔

کتاب کا عربی نام''**نواقضِ اسلام**ہے''نواقض''**ناقض**'' کی جمع ہے۔ناقض کا مطلب توڑنا(فاسد کرنا ختم کرنا)ہے اور نواقض اسلام کا معنی ہے کہ وہ امور جو اسلام کو توڑ دیتے ہیں ختم کردیتے ہیں یعنی ان امور کے ارتکاب سے انسان دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔اور اگر اسی حالت میں مرگیا تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جائیگا؟اس کتاب میں ان امور کی وضاحت کی گئی ہے۔اس لئے ہر مسلمان مرد وعورت پر لازم ہے کہ وہ اسلام کو ختم کرنے والے امور کو اچھی طرح جان لے۔ایسا نہ ہو کہ کوئی مسلمان ان کفریہ امور کا ارتکاب کربیٹھے اور اسے خبر بھی نہ ہو کہ یہ کفر ہے۔جیسا کہ ان امور کو بہت سے اسلام کے نام لیواؤں میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے اس کتاب میں دس مسائل کا ذکر فرمایا ہے۔حالانکہ اسلام کے منافی امور اس سے زائد ہیں۔لیکن شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے ان دس ہی امور کو اختیار کیا کیونکہ ان تمام امور کے نواقض اسلام ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔یا پھر یہ کہا جاسکتا ہے کہ بہت سے نواقض جنہیں فقط رحمہ اللہ نے مرتد کے باب میں ذکر کیا ان کا مرجع یہی دس نواقض ہیں۔

ان دس نواقض اسلام امور کی تفصیل درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام کی عمارت کوڈھادینے والا پہلا کام

مصنف علیہ رحمہ فرماتے ہیں:

((الشرك في عبادة الله))

''اللہ کی عبادت میں شرک کرنا''

قال اللّٰہ تعالیٰ: ((اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ)) (النساء:۴۸)

(اس کی دلیل) فرمان الٰہی ہے۔

''بے شک اللہ شرک کومعاف نہیں کرے گا اس کے علاوہ جس کو چاہے معاف فرمادے گا''

اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَا وٰاہُ النَّارُ،وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ(المائدہ:۷۲)

''یقین مانوکہ جوشخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور ظالموں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا''

((ومنه الذبح لغير الله ،كمن يذبح للجن أو للقبر))

''ان امور میں سے غیر اللہ کے لئے جانور ذبح کرنا جیسے جن یا قبر کے لئے ذبیحہ کرنا''

تشریح: نواقضِ اسلام میں سب سے پہلا شرک باللہ ذکر کیا گیا ہے کیونکہ یہ سب سے بڑا گناہ اور نافرمانی ہے شرک سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور الوہیت میں نقص پیدا ہوجاتا ہے، شرک کا مطلب ہے۔''ہروہ کام جوصرف اللہ ہی کے لئے خاص ہے۔اس میں غیر اللہ کوشریک ٹھہرانا'' یہ سب سے بڑا گناہ کیونکر نہیں ہوگا مشرک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں غیروں کوشریک کرتا ہے۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کوعدم سے پیدا کیا ہے اور اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔

شرک کی تین اقسام ہیں۔

- شرکِ اکبر
- شرکِ اصغر
- شرکِ خفی

ابن قیم رحمہ اللہ نے شرک کی دواقسام بیان کرتے ہیں۔

- شرک اکبر
- شرک اصغر
- **شرکِ اکبر:** شرکِ اکبرکواللہ تعالیٰ توبہ کے بغیر کبھی معاف نہیں فرمائے گا۔

مشرک اگر بغیر توبہ مرگیا تو وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ(النساء:٤٨)

''بے شک اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرماتا اس کے علاوہ جس (گناہ) کو چاہے گا جس کے لئے چاہے گا معاف فرمادے گا''

ایک اور مقام پر فرمایا۔

وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَکَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُہُ الطَّیْرُ اَوْ تَھْوِیْ بِہِ الرِّیْحُ فِیْ مَکَانٍ سَحِیْقٍ (الحج:٣١)

''سنو! اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا گویا آسمان سے گر پڑا اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں یا ہوا کسی دور دراز مقام پر پھینک دے گی''۔

اسی لئے قبروں وغیرہ کے پجاری مشرکین اپنے معبودوں کو کہیں گے۔

تَاللّٰہِ اِنْ کُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍO اِذْ نُسَوِّیْکُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (شعراء:٩٨-٩٩)

''قسم اللہ کی! یقیناً ہم تو کھلی گمراہی پر تھے جب تمہیں اللہ رب العالمین کے برابر سمجھ بیٹھے تھے''

مشرکین خالق رازق ہونے یا زندگی اور موت دینے میں کسی کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں جانتے تھے۔لیکن وہ تعظیم ،عقیدت، محبت میں اللہ کے ساتھ شرک کرتے تھے جو کہ سب سے بڑی عبادت اور قربت الٰہی کا ذریعہ ہیں۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی جو اللہ کی حقیقی تعظیم نہیں کرتے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

مَالَکُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰہِ وَقَارًا (نوح:١٣)

''تمہیں کیا ہو گیا ہے تم اللہ کی عظمت کا عقیدہ نہیں رکھتے''

(یعنی جس طرح عظمت کا حق ہے۔تم اس سے ڈرتے کیوں نہیں ہو؟ اور اس کو ایک کیوں نہیں مانتے اور اس کی اطاعت کیوں نہیں کرتے ؟؟)

اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ تمام قسم کی برائیاں شرک میں موجود ہیں۔

شرک اکبر کی کئی اقسام ہیں جن کا دارومدار چار اہم اقسام پر ہے۔(مجموعة التوحید:٥)

ہم ان اقسام کو مختصر وضاحت کے ساتھ اجمالی طور پر پیش کریں گے، جبکہ ان مسائل میں زیادہ وضاحت بہتر ہوتی ہے لیکن طوالت کے خوف سے ہم مناسب اور فائدہ مند وضاحت پر اکتفا کریں گے۔

شرک اکبر کی اقسام

(قسم اول) دعا میں شرک کرنا:

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

فَاِذَا رَکِبُوْا فِی الْفُلْکِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ فَلَمَّا نَجّٰھُمْ اِلَی الْبَرِّ اِذَا ھُمْ یُشْرِکُوْنَ (العنکبوت:٦٥)

''اور جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں خلوص کے ساتھ پھر جب اللہ انہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے۔تو اُسی طرح شرک کرنے لگ جاتے ہیں''۔

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ اپنی کتاب ((القواعد الاربعة)) لکھتے ہیں۔''ہمارے دور کے مشرکین ابتدائے اسلام کے دور کے مشرکوں سے بڑھ کر ہیں کیونکہ وہ مشرک تو صرف خوشحالی میں شرک کرتے تھے اور تنگی و ترشی کے موقع پر شرک سے باز آجاتے (یعنی اپنے معبودان باطلہ کو چھوڑ کر صرف اور صرف ایک اللہ کو پکارتے) تھے۔اس کے برعکس اس دور کے مشرکین تو تنگ دستی و خوشحالی ہر وقت شرک کرتے ہیں۔(یعنی ایک اللہ کو چھوڑ کر، یا رسول اللہ، یا علی، یا غوث الاعظم، یا فلانی وغیرہ وغیرہ کو پکارتے ہیں۔اور دعا ایک عبادت ہے۔حدیث میں دعا کو عبادت کا مغز کہا گیا ہے۔اس میں شرک کرنا عبادت میں شرک کرنا ہے۔)اور اپنی مذکورہ کتاب کے مقدمہ میں رقم طراز کرتے ہیں کہ عبادت میں اگر شرک شامل ہوجائے تو عبادت بے کار ہوجاتی ہے جیسے طہارت میں گندگی شامل ہوجائے تو وہ ضائع ہوجاتی ہے۔جب آپ نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا کہ شرک جب عبادت میں داخل ہوجائے تو عبادت کو ضائع اور اعمال کو برباد کر دیتا ہے اور اس کا مرتکب ہمیشہ کے

لئے جہنم کا مستحق بن جاتا ہے۔تو یقیناً آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ اس شرک کو پہچاننا کتنا ضروری ہوگا۔

اگر آپ مخلص ہیں تو اللہ یقیناً آپ کو شرک باللہ کے اس جال سے محفوظ فرمائے گا۔

(قسم ثانی) نیت اور ارادوں میں شرک کرنا:

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ O اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. (ھود:۱۵-۱۶)

''جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہے تو ہم اس کے اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی پہنچا دیتے ہیں اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں ہے۔اور جو کچھ انہوں نے وہاں کیا تھا وہ سب بے کار ہے اور جو کچھ وہ اعمال کرتے تھے سب کچھ برباد ہونے والا ہے۔''

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔نیت اور ارادوں میں شرک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی ساحل نہیں ہے۔یعنی جو اس سمندر میں داخل ہو جاتے ہیں۔ان میں بہت کم ہی ایسے ہیں۔کہ پھر انہیں اس سے نجات نصیب ہوتی ہو۔کیونکہ جو شخص اپنے اعمال کو غیر اللہ کی خوشنودی کے لئے کرتا ہے۔اور نیت یہ رکھتا ہے کہ غیر اللہ کی قربت حاصل کرے اور غیر اللہ سے اپنے اعمال کی جزاء طلب کرے تو اس فعل کو نیت کا شرک کہتے ہیں''۔

نیت کے شرک کو''شرک اکبر'' میں اس لئے شامل کیا گیا ہے کہ اس فعل میں تمام تر اعمال غیر اللہ کے لئے کیے جاتے ہیں۔ریا کاری کا معاملہ اس شرک سے جدا ہے۔ریا کاری شرکِ اصغر کہلاتی ہے۔آئندہ صفحات پر اس کے متعلق وضاحت آئے گی۔ان شاءاللہ۔

(قسم ثالث) اطاعت میں شرک کرنا:

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اپنے راہبوں،علماء(پادریوں) کی اطاعت کرنا شرکِ اطاعت کہلاتا ہے۔

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (التوبہ:۳۱)

''ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنالیا ہے اور مریم(علیہ السلام) کے بیٹے مسیح(علیہ السلام) کو بھی حالانکہ انہیں صرف ایک اکیلے اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا۔جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے وہ پاک ہے ان تمام شرکاء سے جنہیں یہ اللہ کا شریک ٹہراتے ہیں''۔

اس آیت کی تشریح کے لئے ترمذی وغیرہ میں درج ذیل روایت ہے۔

''سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ آیت سنی تو سوال کیا۔

((انا لسنا نعبدهم، قال أليس يحرمون ما أحل الله فتحرمونه، ويحلون ما حرم الله فتحلونه ـ قلت بلىٰ ـقال فتلك عبادتهم))(رواه الترمذی)

''اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اپنے اپنے پادریوں اور راہبوں کی عبادت نہیں کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔کیا تم ان راہبوں کے حرام وحلال کو قبول نہیں کرتے تھے۔اور اللہ تعالیٰ کے حرام وحلال کردہ چیزوں کے برخلاف ان کا حکم نہیں مانتے تھے۔تو میں نے کہا۔ہاں یہ بات تو تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''کہ یہی تو ان کی عبادت کرنا تھی''۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔جن لوگوں نے اپنے علماء اور پادریوں کو اپنا رب بنایا تھا۔ان سے مراد یہ ہے کہ یہ لوگ حرام وحلال میں اللہ کے حکم کو چھوڑ کر ان علماء کی اطاعت کرتے تھے یہ اطاعت دو طرح کی تھی۔

- ان کو معلوم تھا کہ ان پادریوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کو تبدیل کر دیا ہے۔ پھر بھی یہ لوگ اپنے پادریوں اور علماء کی اطاعت کرتے رہے اور اپنے پادریوں اور راہنماوں کی اطاعت میں اللہ کی حلال کردہ چیزوں کے حرام اور حرام کردہ چیزوں کے حلال ہونے کا عقیدہ رکھتے جبکہ وہ جانتے تھے کہ وہ یہ کام جو کر رہے ہیں۔ اللہ کے دین اور رسولوں کی مخالفت پر مبنی ہے۔ پس یہ کفر ہے۔ اور اسے اللہ اور اسکے رسول نے شرک قرار دیا ہے (یعنی اطاعت میں شرک) اگرچہ وہ ان کے لیے نمازیں اور سجدے نہیں کرتے تھے۔ پس یاد رکھو! ہر وہ شخص جو اللہ کے علاوہ کسی کی بھی مخالف امور میں اطاعت کرے گا، اس بات کو جاننے کے باوجود کہ یہ دین کے مخالف ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے عقیدہ کے علاوہ عقیدہ رکھے گا وہ ان مذکورہ لوگوں ہی کی طرح مشرک کہلائے گا۔
- دوسری بات یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ امور کے حلال ہونے اور حرام کردہ امور کے حرام ہونے کا عقیدہ پر ایمان رکھتے تھے۔ لیکن (سستی، غفلت، نافرمانی کی بناء) اللہ کی نافرمانی میں اُن (علماء اور پادریوں) کی اطاعت کرتے تھے۔ جیسا کہ ایک مسلم گناہ کرتا ہے لیکن اسے گناہ ہی سمجھتا ہے۔ ایسے لوگوں کا حکم گناہگاروں کا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ: ۷/ ۷۰)

(قسم رابع) محبت میں شرک کرنا:

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ (البقرۃ: ۱۶۵)

"کچھ لوگ اللہ کے علاوہ دوسروں کو شریک بنا لیتے ہیں۔ اور اپنے شریکوں سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سے محبت کی جاتی ہے"

مشرک اپنے رب کی عظمت وقدر سے ناواقفیت اور جہالت کی بنا پر اپنے بتوں' معبودوں سے اللہ تعالیٰ کی طرح یا اُس سے بھی بڑھ کر محبت کرتا ہے۔ ان معبودوں کی گستاخی پر اتنے شدید غضب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جتنا وہ رب العالمین کی شان میں گستاخ پر نہیں ہوتا اور جتنا خوش وہ اپنے معبودان باطلہ کے لئے ہوتا ہے اُتنا کبھی اللہ کے لئے نہیں ہوتا۔

جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ. (الزمر: ۴۵)

"جب اللہ اکیلے کا ذکر کیا جائے تو ان لوگوں کے دل نفرت کرنے لگتے ہیں جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور جب اُس اللہ کے سوا (دوسروں کا) ذکر کیا جائے تو بہت خوش ہو جاتے ہیں"

امام ابن القیم رحمہ اللہ رقم طراز ہیں۔ اس مقام پر محبت کی چار اقسام بنتی ہیں۔ ان چاروں اقسام میں تمیز فرق نہ کرنے والا گمراہی میں پڑ سکتا ہے۔

اس لیے ان چاروں کے فرق کو سمجھنا اور ان میں فرق کرنا لازمی ہے:

- **اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا:** اللہ سے صرف محبت کرنا کافی نہیں ہے کہ اطاعت وعبادت کے بغیر صرف محبت سے کامیابی مل جائے یا عذاب الٰہی سے چھٹکارا مل جائے کیونکہ مشرکین، صلیب کے پجاری اور یہود وغیرہ' بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔
- **ہر اس چیز سے محبت کرنا جس سے اللہ محبت کرتا ہے:** اور یہی وہ محبت ہے کہ جو ایک انسان دین اسلام میں داخل کرتی ہے اور کفر سے نکالتی ہے، اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہی لوگ ہیں جو "اس محبت" میں سب سے آگے، سب سے زیادہ اور سب سے مضبوط ہوں۔
- **اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے محبت کرنا:** اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضا ہے کہ کسی دوسرے سے محبت بھی اللہ ہی کے لئے کی جائے۔
- **چوتھی قسم ہے "المحبۃ مع اللہ":** یعنی اللہ کے ساتھ ساتھ دوسروں سے بھی محبت کرنا یہ محبت شرک ہے۔ یعنی ہر وہ محبت جو اللہ کے لئے نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی وجہ سے نہیں ہے، دین اسلام کی بنا پر نہیں ہے اور وہ محبت جو اللہ کے علاوہ کسی شریک سے ہے تو یہی وہ محبت ہے جو "الشرک فی المحبۃ" کہلاتی ہے۔ اور یہی محبت مشرکین کی محبت ہے۔

شرک اکبر کی مذکورہ بالا چاروں اقسام (دعا میں شرک، نیت اور ارادوں میں شرک، اطاعت میں شرک اور محبت میں شرک، انکا ارتکاب) کرنے والا اسلام سے نکل

جا تا ہے۔ کیونکہ یہ چاروں اعمال عبادت کہلاتے ہیں ۔اور غیر اللہ کی عبادت شرک کہلاتا ہے۔
جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

وَمَنْ يَّدْ عُ مَعَ اللهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ(المؤمنون:۱۱۷)

''اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں ہے تو اس کا حساب اس کے رب کے اوپر ہی ہے ۔ بے شک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کو پکارنے والوں کو کافر کہا ہے۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **((ومن الشرك الاكبر ايضًا الذبح لغير الله))**
''شرک اکبر میں غیر اللہ کے لئے ذبح بھی شامل ہے''

تشریح: کیونکہ ذبح کرنا، اللہ کا قرب حاصل کرنے کے طریقوں میں سے ایک بہت اہم ذریعہ ہے۔جس کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے۔
جیسا کہ حکم ربانی ہے۔

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ (کوثر:۲)

''اپنے رب ہی کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو''۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام:۱۶۲)

''بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا مرنا میرا جینا، اللہ رب العالمین کے لئے ہے''۔

لہٰذا جو شخص اولیاء، بتوں یا جنوں کے لئے ذبح کرتا ہے۔تو اس نے کفریہ فعل کیا ہے۔جیسا کہ آج کل بہت سے لوگ دنیا کے مختلف خطوں میں مزارات وغیرہ پر جہالت کی وجہ سے اس فعل کا ارتکاب کرتے ہیں۔ذبح کرنا، نذر ونیاز کرنا، یہ سب عبادات ہیں۔کیونکہ انکے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے۔اور عبادات اللہ ہی کے لئے خاص ہیں۔پس جس نے ان چیزوں کو اللہ کے علاوہ غیر اللہ کے لئے کیا تو وہ شخص اسلام سے نکل گیا اور وہ کفر وگمراہی میں داخل ہو گیا۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ (دھر:۷)

''(جو اللہ کے لئے) نذر پوری کرتے ہیں''۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ (البقرہ:۲۷۰)

''تم جتنا کچھ خرچ کرو (یعنی خیرات کے لئے) اور جو کچھ نذر مانو' اسے اللہ بخوبی جانتا ہے''

ان آیات سے معلوم ہوا کہ نذر ماننا ایک عبادت ہے لہٰذا جو اولیاء کے لئے قربانی وغیرہ کا گوشت چڑھانے کی نذر مانگے تو اس نے اسلام کو توڑنے والا کام کیا ہے کیونکہ نذر صرف اللہ کے لئے جائز ہے۔یہ کام غیر اللہ کے لئے کرنا دین محمدی کی مخالف ہے آج کل قبروں کے پجاری اور مجاور اس نیت سے غیر اللہ کی نذر مانگتے ہیں کہ یہ غیر اللہ انہیں نفع ونقصان پہنچا سکتا ہے۔تو یہ شرک اکبر اسلام سے خارج کر دینے والا ہے۔اس فعل کو شرکِ اصغر کہنے والے بڑی غلطی پر ہیں۔اس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں ہے شرک سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ ہی مدد کر سکتا ہے۔

شرکِ اکبر میں غیر اللہ سے مدد طلب کرنا' پناہ مانگنا بھی شامل ہے۔

- **شرکِ اصغر**

شرک اصغر کا مرتکب اگر بغیر توبہ مرجائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت ہوتا ہے یعنی اگر اللہ چاہے تو عذاب دے اور اگر چاہے تو معاف فرمادے لیکن شرک اصغر کا

مرتکب ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا انجام کار وہ جنتی ہوگا بہرحال شرک اصغر سے بچنا چاہئے۔

شرک اصغر کی اقسام میں غیر اللہ کی قسم کھانا بھی شامل ہے۔ بشرطیکہ جس شخص کی قسم کھائی جاری ہو، اس قسم سے، اس کی تعظیم مقصود نہ ہو۔ اور اگر اس سے اسکی تعظیم وعقیدت مقصود ہوتو پھر یہ شرک اصغر نہیں۔ بلکہ یہ شرک اکبر اسلام سے خارج کرنے والا عمل ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

((من حلف بغير الله فقد كفر أو اشرك))،فسُئِل عنه؟فقال :((الرياء)) (رواہ احمد، ابوداؤد، ترمذی، حاکم)

''جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی تو اس نے کفر یا شرک کیا''

شرک اصغر کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔

ریا کاری کرنا!

شرکِ اصغر میں ریا کاری بھی شامل ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

((أخوف ما أخاف عليكم الشرك الاصغر)) (احمد و سنده حسن)

''میں سب سے زیادہ تمہارے بارے میں شرکِ اصغر سے ڈرتا ہوں۔ سوال کیا گیا شرک اصغر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ریا کاری''۔

ذرا سوچئے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق شرکِ اصغر سے خوف کھایا جا رہا ہے۔ جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زندگی بسر کی اور وحی کا زمانہ پایا تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ دوسرے لوگ جو علم وایمان میں صحابہ سے کم ہیں۔ ان کو زیادہ شرک اصغر سے بچنا چاہئے۔ شرکِ اصغر سے بچنے کا طریقہ صرف یہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوصِ دل سے تعلق استوار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جائے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ سورج چاند اور آگ کے پجاریوں کے شرک کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں عبادت میں شرکِ اصغر (ریا کاری) کرنا مذکورہ شرکِ اکبر سے زیادہ آسان ہے اور لوگ اس کو معمولی ہلکا سمجھتے ہیں۔ کیونکہ شرک اصغر اس سے صادر ہوتا ہے جو لا الٰہ الا اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی نفع ونقصان دینے کا اختیا نہیں رکھتا یہ سب اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ ایسے علاوہ کوئی معبود برحق، کوئی رب نہیں۔ لیکن وہ عبادت ومعاملات میں خلوصِ نیت اختیار نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے اعمال کو طلبِ دنیا اور شہرت وعزت کے لئے کرتا ہے اس کے عملوں میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ خواہشاتِ نفسانی کا بھی حصہ ہوتا ہے اس کا مقصدِ عمل یہ ہوتا ہے۔ رحمٰن بھی راضی رہے اور شیطان بھی خوش ہو جائے اس کو ریا کاری اور شرکِ اصغر کہتے ہیں۔ اور آج لوگوں کی اکثریت اس مرض میں مبتلا ہے۔ یہ وہی شرک ہے۔ جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس اُمت میں شرکِ (اصغر) چیونٹی کی ہلکی آہٹ سے بھی زیادہ مخفی اور پوشیدہ ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول ہم کیسے اس شرک سے بچ سکتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم یہ دعا پڑھا کرو۔

((اللهم انى اعوذبك أن أشرك بك وانا اعلم ، واستغفرك لما لا أعلم))

''اے اللہ میں ہر اس شرک سے جس کو میں جانتا ہوں پناہ مانگتا ہوں اور جس کو نہیں جانتا اس کی بخشش چاہتا ہوں'' اور فرمایا۔ یاد رکھو: ''ریا کاری شرک ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

قُلۡ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ يُوۡحٰٓى اِلَىَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنۡ كَانَ يَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلۡيَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا (الکھف: ۱۱۰)

''(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود (اللہ) ہے۔ تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ

کرے''۔

اس آیت کا مطلب ہے جیسے اللہ ایک ہے اس کے سوا کوئی الہٰ نہیں ہے اسی طرح ضروری ہے کہ عبادت بھی ایک ہی رب کی ہونی چاہیے۔جس طرح رب ایک ہے تو معبود بھی ایک ہی ہونا چاہیے۔اور نیک عمل وہ ہے جو ریا کاری سے خالی ہو(ایک اللہ ہی کے لئے ہو)اور سُنّت کے مطابق ہو۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ۔

((اللهم اجعل عملی کله صالحًا ' واجعله لوجهك خالصًا ' ولا تجعل لاحدٍ فیه شیئًا)) (رواه احمد)

''اے اللہ میرا ہر عمل صالح بنادے اور میرے عمل کو خالص اپنے لئے بنادے میرے اعمال میں کسی کا کوئی حصہ نہ ہو(سوائے تیرے)۔''

اور شرک اصغر اگر عبادت میں شامل ہو جائے تو اس عبادت کے اجر وثواب کو برباد کر دیتا ہے اگر فرض عمل میں ریا کاری ہوگی تو اس پر بڑی سخت سزا کی وعید ہے۔عبادت میں ریا کاری کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے کہ اس نے کوئی عمل کیا ہی نہ ہو اور اس طرح اس کو ترک عمل کی بھی سزا ملے گی۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خلوصِ نیت سے عبادت کا حکم دیا ہے۔

جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (البينة:٥)

''ان لوگوں کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے۔''

لہٰذا جو شخص عبادت کو خالص اللہ کے لیے نہیں کرتا گویا کہ اس نے وہ کام کیا ہی نہیں جس کے کرنے کا اُسے حکم دیا گیا بلکہ اس نے وہ کام کیا جس کے کرنے کا اُسے حکم نہیں دیا گیا۔تو اس کا کیا ہوا عمل نہ ہی صحیح ہے اور نہ ہی قابل قبول۔

جبکہ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے۔صحیح مسلم میں ایک حدیث قدسی ہے۔

((أنا اغنی الشرکاء عن الشرك فمن عمل عملاً أشرك معی فیه غیری فهو للذی أشرك وأنا منه برئ))(رواه مسلم،وابن ماجه)

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں مشرکوں کے شرک سے بے پرواہ ہوں جو شخص اپنے اعمال میں میرے ساتھ غیروں کو شریک کرتا ہے تو وہ عمل اسی شریک کے لئے ہے میں اس عمل سے بری ہوں''

یہ ہے شرکِ اصغر جس کو چاہے تو اللہ معاف کر دے اور اگر چاہے تو عذاب دے۔

غیر اللہ کے لئے عمل کرنا تین طرح کا ہوتا ہے۔

- وہ عمل جو صرف ریا کاری کے لئے کیا جائے۔عمل کرنے والے کی خواہش صرف دنیا کا حصول ہو یا لوگوں کو دکھلانے کے لئے اُن منافقوں کی طرح عمل کیا جائے۔

جن کے بارے میں اللہ فرمایا۔

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا(النساء:١٤٢)

''یہ(منافق)جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور ذکر الٰہی تو برائے نام کرتے ہیں''۔

ایسا عمل کرنے والا مسلمان اپنے سارے عمل ضائع کر دیتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

- دوسری طرح کا عمل یہ ہوتا ہے کہ بندہ عمل تو اللہ تعالیٰ کے لئے کرے۔مگر اس عمل میں ریا کاری کو بھی شامل رکھے اس عمل کی دو حالتیں ہیں۔ایک یہ کہ اگر ریا کاری اس عمل کی بنیاد میں شامل ہوگی تو یہ عمل قابل قبول نہ ہوگا۔

اس کی دلیل صحیح مسلم کی یہ حدیث ہے۔

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اللہ فرماتا ہے۔کہ میں مشرکوں کے شرک سے بری ہوں۔جس نے کوئی

بھی ایسا عمل کیا جس میں میری ساتھ کسی دوسرے کو شامل کیا تو میں اس کو اور اس کے عمل دونوں کو چھوڑ دیتا ہوں۔''

دوسری حالت یہ کہ اگر عمل اللہ کے لئے کیا جائے مگر دوران عمل بعد میں ریا کاری کا عنصر نظر آئے تو بعض علماء کے نزدیک سارا عمل ضائع ہوجاتا ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ عمل کرنے کا اجر ملے گا اور ریا کاری پر گناہ بھی ہوگا اور اگر کوشش محنت سے ریا کاری مٹا ڈالی جائے تو اجر وثواب زیادہ ہوگا۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى O فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى. (نازعات: ٤٠ – ٤١)

''ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا' اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا ہوگا۔ تو اس کا ٹھکانہ جنت ہی ہے''۔

اس مسئلہ کو اس مثال سے سمجھے:

اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا مجاہد جو جہاد بھی کرتا اور ساتھ ساتھ اسکی یہ نیت بھی ہو کہ مال غنیمت کا حصول بھی ہوجائے۔ تو اس کے مقام کے متعلق علماء نے اختلاف کیا ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ''اعلام الموقعین'' (۱۶۳/۲) پر اسی مسئلے کا ذکر فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں اس مجاہد کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی اجرت لے کر نماز پڑھے۔ اگر اجرت نہ ملے تو بھی نماز تو پڑھتا ہے مگر نیت میں اجرت اور اللہ تعالیٰ کی رضا دونوں شامل ہوں۔ یا جیسے کوئی حج اس لیے کرے کہ اس سے فریضۂ حج بھی ختم ہوجائے اور لوگ اس کو حاجی بھی کہیں۔ اسی طرح وہ شخص جو زکوۃ دیتا ہے۔ کہ زکوۃ ادا بھی ہوجائے اور ریا کاری بھی کرتا ہے۔ تو ایسے شخص کا کوئی عمل قبول نہ ہوگا۔

اسی مسئلے کے متعلق علامہ ابن رجب رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ مال غنیمت کی نیت کرنے سے جہاد کا اجر کم ہوگا مگر جہاد مکمل ضائع نہ ہوگا اور احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ جو شخص صرف دنیا کی خاطر ہی جہاد کرے تو پھر اس پر ریا کاری کی احادیث صادق آئیں گی۔ اور اس کا جہاد باطل ٹھہرے گا۔

(جامع العلوم والحکم: ص: ۱۵)

بہرکیف مذکورہ تفصیل سے یہ واضح ہوگیا کہ اجر کے ساتھ ساتھ شہرت اور ریا کاری کے لئے جہاد کرنے والے اور مالِ غنیمت کے لئے جہاد کرنے والے کے درمیان واضح فرق شہرت اور ریا کاری کے لئے جہاد کرنے والے کے لئے یہ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم صادق آتی ہے کہ۔ ''ایک شخص نے سوال کیا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)' ایک شخص جہاد اس نیت سے کرتا ہو کہ اس کو اجر بھی ملے گا اور اس کو شہرت بھی حاصل ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' اس شخص کو جہاد کا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ اس نے تین بار یہی سوال دہرایا آپ ہر بار یہی فرماتے کے اس کے لئے کچھ نہیں ہے حتی کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

((ان اللہ لا یقبل من العمل الا ما کان خالصًا وابتغی بہ وجہہ))

''اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول کرتا ہے کہ جس میں خالص ہو اور اسکا مقصد صرف اللہ ہی کی رضاء کا حصول ہو'' (نسائی: ۲/٦ ٥ بسندٍ حسنٍ)

اسلام کی عمارت کوڈھادینے والا دوسرا کام

مصنف رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

((من جعل بينه و بين الله و سائط، يدعوهم، و يسألهم الشفاعة ،ويتو كل عليهم كفر اجماعًا))

''جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان کسی کو وسیلہ ذریعہ بنائے اوراس وسیلے کو پکارے' اس سے سفارش مانگے اور اس پر توکل کرے وہ شخص مسلمانوں کے اجماع کے مطابق کافر ہوگا''

تشریح: موجودہ دور میں سب سے زیادہ واقع ہونے والا اور سب سے زیادہ خطرناک اسلام کا مخالف اور ناقض فعل یہی ہے۔ کیونکہ اسلام کے بہت سے نام لیواؤں نے جو اسلام کی اصل حقیقت سے واقف نہیں ہیں اپنے اور اپنے رب کے درمیان بہت سے وسیلے' اور ذریعے بنا رکھے ہیں۔ جن کو وہ مشکلات ومصائب سے نجات کے لئے اور تکلیفوں سے بچنے کے لئے پکارتے ہیں۔ ایسے لوگ باجماع المسلمین کافر ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں اور رسولوں کو بھیجا ہی اس لئے تھا کہ لوگ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک ہی کی عبادت کریں۔ لیکن قبروں کے پجاری اس بات کے انکاری ہیں۔ انہوں نے اپنے اپنے بہت سے وسیلے بنا رکھے ہیں جنہیں وہ نقصان وتکلیف سے بچنے اور فوائد کے حصول کے لئے پکارتے ہیں۔ اور اس پکارنے کو عبادت بنالیا گیا ہے گویا کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ (معاذ اللہ) اور جو لوگ ان کے اس شرک کو ناپسند کرتے ہوئے اس سے بےزاری کا اظہار اور ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان پر اولیاء اور صالحین کے گستاخ ہونے کی تہمت لگائی جاتی ہے۔ یہ لوگ اپنے فاسد خیالات ونظریات کی وجہ سے براہ راست اللہ تعالیٰ کو نہیں پکارتے بلکہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تک رسائی کے لئے کوئی وسیلہ اور زینہ بنانا بہت ضروری ہے جیسا کہ دنیا کے کسی بادشاہ کے پاس جا کر براہ راست سوال نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ تو ان بادشاہوں سے بڑھ کر ہے اس کو براہِ راست کیسے پکارا جائے؟ جب کہ وہ یہ کہ کر اللہ کی شان میں گستاخ کر رہے ہیں۔ کیونکہ نعوذ باللہ اس طرح کہ کر انہوں نے تو اللہ تعالیٰ کو اسکی کمزور وناتواں مخلوق سے مشابہ ومثل کردیا ہے۔ اور ایسا کرنا اسلام کے سخت منافی ہے۔ (کیا اللہ دنیا کے ان بادشاہوں کی طرح ہے؟) کتاب وسنت کے بےشمار دلائل ہیں جن سے ان کے عقائد کو باطل کیا جاسکتا ہے جو شخص ہدایت طلب کرتے ہوئے اور حق بات کو مانتے ہوئے قرآن پر غور وفکر کرے گا تو اسے یہ مسئلہ صحیح طور پر سمجھ میں آجائے گا۔ اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ دینِ اسلام موجودہ دور میں کتنا تنہا ہوچکا ہے کیونکہ اکثر لوگ دینِ رب العالمین سے جاہل ہیں۔

اسی مضمون کے متعلق ارشادِ الٰہی ہے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيْرٍ O وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ. (سبا:۲۲-۲۳)

''کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے سب کو پکارلو نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے اور نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے۔ نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ شفاعت کی (درخواست) بھی اس کے پاس کچھ فائدہ نہیں دیگی۔ سوائے ان کے جن کو وہ خود اجازت مرحمت فرمائےگا''۔

مزید فرمایا۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا O اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ. (بنی اسرائیل:۵۶-۵۷)

''انہیں پکارو جن کو تم اللہ کے علاوہ کچھ سمجھتے ہو! لیکن یاد رکھو نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کرسکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔ جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں خود وہ (پکارے جانے والے) اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں۔ کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہوجائے وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں

اور اس کے عذاب سے خوفزدہ رہتے ہیں''۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّکَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ O وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ یُصِیْبُ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (یونس:۱۰۷-۱۰۶)

''اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی چیز کو مت پکارو، جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظالموں میں ہو جاؤ گے اور اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے علاوہ کوئی اور اس کو دور کرنے والا نہیں ہے۔ اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو ہٹانے والا کوئی نہیں وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نچھاور کر دے۔ اور وہ بڑی مغفرت و رحمت والا ہے''۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰہُ بِضُرٍّ ھَلْ ھُنَّ کٰشِفٰتُ ضُرِّہٖٓ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَۃٍ ھَلْ ھُنَّ مُمْسِکٰتُ رَحْمَتِہٖ قُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ عَلَیْہِ یَتَوَکَّلُ الْمُتَوَکِّلُوْنَ (الزمر:۳۸)

''(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان سے کہیے! کہ اچھا یہ تو بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کے نقصان کو ہٹا سکتے ہیں؟ یا اللہ مجھ پر رحمت کا ارادہ کرے تو کیا یہ اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں؟ آپ کہہ دیں مجھے اللہ ہی کافی ہے۔ توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں''۔

قرآن کریم کی اکثر آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عبادت صرف اللہ کے لئے خالص ہو کر کی جائے اور اللہ کے اور مخلوق کے درمیان کسی کو واسطہ یا وسیلہ نہ بنایا جائے کیونکہ فرمان الٰہی ہے۔

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ (البقرہ:۱۸۶)

''اور جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب بھی مجھے پکارے قبول کرتا ہوں اس لئے لوگوں کو بھی چاہیے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں یہی ان کی ہدایت کا باعث ہے''۔

اسی لئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بات کہی گئی کہ ''جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں اور اللہ چاہے۔ یہ بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

((اجعلتنی للّٰہ عدلاً؟ماشاء اللّٰہ وحدہٗ))(مسنداحمد : ۱/۲۱۳،۲۱۴)

''کیا تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کے برابر بنا دیا ہے۔ تمہیں یہ کہنا چاہیے کہ جو اللہ وحدہ لاشریک چاہے''۔

کیونکہ اس کہنے والے کی بات سے واضح ہو رہا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول برابر ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی معبود ہے اس کے ساتھ اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو برابر نہیں کرنا چاہیے نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرمایا کہ۔

((احفظ اللّٰہ یحفظك ،احفظ اللّٰہ تجدہ تجاھك ، واذا سألت فاسأل اللّٰہ ، واذا استعنت فاستعن باللّٰہ ، واعلم أن الامة لو اجتمعت علی أن ینفعوك بشئ لم ینفعوك الا بشئٍ قد کتبه اللّٰہ لك ، وان اجتمعوا علی ان یضروك بشئ لم یضروك الا بشئٍ قد کتبه اللّٰہ علیك رفعت الاقلام وجفت الصحف))(الترمذی)

''اے ابن عباس'' تم اللہ کے دین کی حفاظت کرو اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ تم اللہ کے دین کی حفاظت کرو، تم اللہ کو اپنے روبرو پاؤ گے۔ تم اگر مانگو تو صرف اللہ سے مانگو، مدد طلب کرو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو۔ جان رکھو اگر ساری دنیا جمع ہو کر بھی تمہیں کوئی فائدہ پہنچانا چاہے۔ تو سوائے اس کے جو اللہ لکھ دیا ہے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ اور اگر سب جمع ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر لکھنے والے قلموں کو اٹھا لیا اور لوح محفوظ کو خشک کر دیا ہے''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: مومن کو علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا رب اور مالک ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اسباب اور ذرائع پیدا فرمائے ہیں۔جیسا کہ بارش کو پودوں کے اگنے کا سبب بنایا ہے۔

جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِہِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا وَبَثَّ فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ دَآبَّۃٍ (البقرۃ:١٦٤)

''آسمان سے پانی اتار کر، مردہ زمین کو زندہ کر دینا' اس میں ہر قسم کے جانوروں کو پھیلا دینا (اللہ تعالیٰ کا کام ہے)''۔

اسی طرح اللہ نے اسباب اور ذرائع کی پیدائش میں سورج اور چاند کو بھی تخلیق فرمایا ہے شفاعت اور دعا سے جو فوائد ملتے ہیں ان کا سبب شفاعت اور دعا کو بنایا ہے مسلمان میت کے لئے رحمت الٰہی کا سبب نمازِ جنازہ ہے میت کے ساتھ ساتھ نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کو بھی ثواب ملتا ہے۔

لیکن ان اسباب اور مسبّب کے متعلق درج ذیل تین امور کا علم ہونا چاہیے۔

- اسباب کی بحث میں سب سے پہلی قابل غور بات یہ ہے کہ اسباب مستقل طور پر مقصود و مطلوب نہیں ہوتے۔بلکہ ضروری ہوتا ہے کہ کوئی دوسرے اسباب بھی موجود ہوں۔ان اسباب کے ساتھ کچھ موانع اور رکاوٹ بھی ہوتی ہیں۔کسی رکاوٹ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سبب کو مکمل نہ کرے تو مقصد حاصل نہیں ہوتا۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اگر چہ لوگ نہ چاہیں۔اسی طرح جو لوگ چاہیں۔ اللہ تعالیٰ کے چاہے بغیر نہیں ہوسکتا۔(مراد یہ ہے کہ جیسے نماز جنازہ میت کے لئے رحمت کا سبب ہے۔کسی مانع کی وجہ سے میت کو رحمت نہیں ملتی اس لیے ضروری نہیں ہے کہ سبب موجود ہو تو اس کا نتیجہ بھی موجود ہو۔از مترجم)
- بغیر علم کے کسی چیز کے متعلق یہ اعتقاد نہیں کرنا چاہیے کہ چیز سبب بن رہی ہے۔جو شخص خلافِ شریعت کسی چیز کو سبب بنائے تو اس کا یہ فعل غلط ہوگا۔مثلاً یہ خیال کرنا کہ نذر ماننے سے بلاؤں اور مصیبتوں کو ٹالا جا سکتا ہے یا خوشیوں کو حاصل کیا جا سکتا ہے تو یہ خیال صحیح نہیں ہے۔کیونکہ نذر ماننا کوئی سبب نہیں ہے بخاریؒ و مسلمؒ کی حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان ہے۔

((انہٗ لایأتی بخیر ، وانما یستخرج بہ من البخیل))

''نذر ماننے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے ذریعے سے بخیل شخص سے کچھ مال نکالا جاتا ہے''

- شریعت کے حکم کے بغیر دینی اعمال میں سے کسی چیز کو سبب بنانا جائز نہیں۔کیونکہ تمام عبادت توقیفی ہیں (یعنی تمام عبادات شریعت کی طرف سے مقرر کردہ ہیں۔اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی جا سکتی) لہٰذا کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے اور غیر اللہ کو پکارے۔اگر چہ اس کا گمان ہو کہ ایسا کرنا بعض اغراض و مقاصد کے لئے فائدہ مند ہے۔اسی طرح بدعتی طور طریقوں اور خلافِ شریعت طریقوں سے عبادت نہیں کرنی چاہیے۔اگر چہ ایسی غلط عبادت کرنے والے کا خیال یا اعتقاد ہو کہ ایسا کرنا فائدے کا سبب بن رہا ہے۔شرک کرنے کی وجہ سے شیطان بعض اوقات انسان کی مدد بھی کرتا ہے۔اسی طرح کفر اور فسق و فجور سے بھی انسان کے بعض کام پورے ہوتے ہیں۔ظاہر ہے یہ اسباب غلط ہیں۔کیونکہ ان اسباب سے جو بگاڑ پیدا ہوتا ہے وہ فائدے سے کہیں بڑھ کر ہے۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا مقصد بھی یہی ہے کہ اچھے کاموں اور مصالح کی تکمیل ہو۔فساد و بگاڑ پیدا کرنے والے تمام کام ختم ہو جائیں۔لہٰذا جس کام کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے اور جس کام سے منع کیا گیا ہے اس میں بگاڑ اور نقصان واضح ہے۔

(الفتاوی ابن تیمیہ: ١/١٣٧،١٣٨)

مشرکین قدیم ہوں یا جدید شفاعتوں سے وابستہ ہو کر شرک اکبر میں مبتلا ہو چکے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر قیامت کے دن ایسی کسی بھی قسم کی شفاعت کی نفی کی ہے۔جس کا یہ مشرکین عقیدہ اور گمان رکھتے ہیں۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ یَوۡمٌ لَّا بَیۡعٌ فِیۡہِ وَلَا خُلَّۃٌ وَّ لَا شَفَاعَۃٌ وَالۡکٰفِرُوۡنَ ہُمُ الظّٰلِمُوۡنَ (البقرۃ:٢٥٤)

''اے ایمان والو! جو مال ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ (اللہ کی راہ میں) کرتے رہو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی تجارت کام آئیگی

نہ دوستی اور نہ شفاعت! اور کافر ہی ظالم ہیں''۔

فرمان الٰہی ہے۔

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (الانعام: ۵۱)

''اور تم قرآن کے ذریعہ سے ان لوگوں کو ڈراؤ جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف اٹھائے جائینگے (اور) اسکے سوا انکا کوئی کارساز اور سفارش کرنیوالا نہیں ہے تا کہ وہ پرہیزگاری کریں''

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ سے طلب کی گئی سفارش کی نفی کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ سے طلب کی جانے والی سفارش قابل قبول ہوگی۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (البقرة: ۲۵۵)

''(اللہ) کی اجازت کے بغیر کون ہے جو اس کے پاس سفارش کرے''۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ (الانبیاء: ۲۸)

''یہ (فرشتے) کسی کی سفارش نہیں کرتے۔ علاوہ ان کے جن سے اللہ خوش ہو۔ وہ تو خود ہیبتِ الٰہی سے لرزاں وترساں ہیں''۔

فرمان الٰہی ہے۔

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (الزمر: ۴۴)

''کہہ دو کہ سب شفاعت اللہ ہی کے اختیار میں ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کے لئے ہے پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے''

ارشادِ الٰہی ہے۔

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى (النجم: ۲۶)

''بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی، مگر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد اور اس کے لئے صرف جس کو اللہ چاہے، اور پسند فرمائے''۔

مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ سفارش کی دو اقسام ہیں ایک منفی شفاعت جو غیر اللہ سے طلب کی جائے اور دوسری وہ شفاعت جو مثبت ہے یعنی جو اللہ تعالیٰ سے طلب کی جائے اور یہ شفاعت صرف اہلِ توحید واخلاص کے لئے ہوگی۔

شفاعت کے باب میں دو باتوں کا خیال کرنا بہت ضروری ہے۔

- سفارش کرنے والا اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد ہی کوئی سفارش کر سکے گا۔

جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (البقرة: ۲۵۵)

''کون شخص ہے جو اللہ کی اجازت کے بغیر شفاعت کرے گا''۔

- سفارش کی اجازت اللہ صرف! انہی لوگوں کے لئے دیگا جن سے اللہ راضی ہوگا اور پسند فرمائیگا۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى (الانبیاء: ۲۸)

''یہ (فرشتے) کسی کی سفارش نہیں کرتے۔ علاوہ ان کے جن کے لئے اللہ پسند فرمائے''۔

جبکہ مشرکوں کے اعمال کوڑا کرکٹ کی مانند ضائع ہوجائیں گےان کے لئے کوئی شفاعت نہ ہوگی ان کی خواہشات کے برعکس کوئی سفارشی ان کومیسر نہ آئے گا کیونکہ جوشخص وقت سے پہلے پہلے کوئی توحید پرعمل کئے بغیر اپنی شفاعت چاہتا ہےتواس کا انجام محرومی کے سوا کیا ہوسکتا ہے؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلام کی عمارت کوڈھادینے والا تیسرا کام

مصنف رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

((من لم یکفر المشرکین أو شك فی کفرھم أ و صحح مذ ھبھم))

''جوشخص مشرکین کوکافر نہ کہے یامشرکوں کے کفر میں شک کرے یاان کے مذہب کوصحیح سمجھے''

تشریح: یہ عمل اسلام کے منافی وبرعکس اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں متعدد مقامات پرمشرکوں کوکافر قرار دیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی افتراء پردازی اور جھوٹ گھڑنے کی وجہ سے' ان سے عداوت کا حکم دیا ہے۔جیسا کہ مشرکوں نے جھوٹا دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔اور اللہ کے ساتھ مختلف شریک بنا لیے۔حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کے گھٹیا دعوٰوں اور قبیح اعمال سے بہت بلند وبرتر ہے۔اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر لازم قرار دیا کہ وہ مشرکوں سے بغض وعداوت کریں۔مشرکوں کو کافر قرار دیئے بغیر کوئی مسلمان نہیں ہوسکتا۔جوشخص شرک کی واضح طور پرموجودگی کے باوجودمشرکوں کے کفر میں شک کرے وہ بھی انہی کے مانند ہے۔

اسی طرح وہ شخص جومشرکوں کے شرکیہ مذہب کودرست جانے یاان کی کفروسرکشی کواچھا سمجھے' وہ مسلمانوں کے اجماع کے مطابق کافر ہوگا۔

کیونکہ اسلام کی حقیقی تعریف ہے۔

((الاستسلام للّٰہ باالتوحید ' والانقیاد لہٗ باالطاعة ' والبراء ة من الشرك وأھلہ))

''توحید پرعمل پیرا ہوکر اللہ تعالیٰ کا مطیع بن جانا۔اطاعت کرنا اور شرک ومشرکوں سے دوری وبراءت اختیار کرنا''

اسی طرح صحیح مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

((من قال لاالہ الا اللّٰہ ، وکفر بما یعبد من دون اللّٰہ ، حرم مالہ ودمہ ، وحسابہ علی اللّٰہ)) (صحیح مسلم)

''جوشخص کلمہ توحید پڑھے اور اللہ کے علاوہ دیگر معبودوں کا انکار کرے۔اس کا مال اوراس کی جان حرمت وعزت والی ہے۔اوراس کا حساب وکتاب اللہ تعالیٰ پرہوگا''

اس حدیث میں مسلمانوں کے خون کوحرمت والا قرار دیا گیا ہے اورصرف یہ نہیں کہا گیا کہ وہ لاالہ الااللہ پڑھتا ہو، بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ دیگر معبودوں کا انکار کرے اگرانکار نہ کرے گا تواس کا خون ومال حرام نہ ہوگااس کے خلاف لڑائی جاری رہے گی کیونکہ اس شخص نے ملتِ ابراہیم کے بنیادی قواعد کوضائع کردیا ہے۔اورجبکہ ملتِ ابراہیم کی اتباع کرنے کا مسلمانوں کوحکم دیا گیا ہے'ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی خواہشات کی اتباع کرتے ہوئے اللہ کے دشمنوں کے سامنے کمزور نہ پڑیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

قَدْ کَانَتْ لَکُمْ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ فِیْٓ اِبْرَاھِیْمَ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِھِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْکُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللہِ O کَفَرْنَا بِکُمْ

وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ (الممتحنة: ٤)

’’مسلمانو! تمہارے لئے ابراہیم (علیہ السلام) اوران کے ساتھیوں کی سیرت میں بہترین نمونہ ہے۔ جب ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سے بیزار ہیں۔ ہم تمہارے (عقائد) کے منکر ہیں جب تک تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ ہم میں تم میں، ہمیشہ کے لئے نفرت وعداوت ظاہر ہوگئی‘‘۔

اس آیت میں دینِ ابراہیمی کے اصول واضح نظر آتے ہیں۔ اللہ کے فرمان کے مطابق جو شخص ملتِ ابراہیمی سے بے رغبتی کرے گا تو وہ بے وقوف ہوگا۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (البقرة: ٢٥٥)

’’جو شخص طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے گا۔ تو اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا ہے‘‘۔

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ طاغوت کے انکار کرنے کی صفات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

((أن تعتقد بطلان عبادة غير الله، وتتركها، وتبغضها، وتكفر أهلها، وتعاديهم))

’’طاغوت کا انکار اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ تم غیر اللہ کی عبادت کو باطل سمجھو اس سے بغض ونفرت کرو مشرکوں کا انکار کرو اور ان کو اپنا دشمن جانو!‘‘

عزیزانِ گرامی! مذکورہ بالا وضاحت سے آپ جان گئے ہوں گے کہ اسلام کا دعویٰ کرنے والے بہت سے حکمرانوں اور عوام کی کیا حالت ہے۔ یہ لوگ مشرکوں سے محبت اور دوستی کرتے ہیں مشرکوں سے ان کی بھائی چارگی قائم ہو چکی ہے جبکہ یہ لوگ دین داروں کے دشمن ہیں اور ان کو جیلوں میں ڈالا جاتا ہے۔ سزائیں دی جاتی ہیں۔ کیا اب بھی اسلام کی کوئی رمق باقی ہے؟؟؟

حالانکہ فرمان الٰہی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (المائدة: ٥١)

’’اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے۔ وہ بے شک انہی میں سے ہے۔ ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز ہدایت نہیں دیتا‘‘۔

دوسری جگہ فرمان الٰہی ہے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ (آل عمران: ٢٨)

’’مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی کسی حمایت میں نہیں ہوگا‘‘۔

معلوم ہوا اسلام کا دعویٰ کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ مشرکوں کو کافر قرار دے ان سے دشمنی رکھے اور جو ان مشرکوں سے محبت کرے، اور ان کا دفاع کرے، اور مشرکوں کے ملکوں میں شرعی عذر کے بغیر جائے۔ کہ جس عذر کو اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم قبول نہیں کرتے ہو۔ تو ان تمام سے بھی بغض رکھنا چاہیے۔ اسی طرح مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے دین کی طرف لوٹ آئیں دین کی وجہ سے ہی عزت ملتی ہے، نصرت الٰہی کا حصول ہوتا ہے ملکوں کی تقسیم دین کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ دین کی کسوٹی پر اولیاء الرحمٰن (رحمٰن کے دوست) کہ جو اس کے دین کی مدد کرتے ہیں۔ اور اولیاء الشیطٰن (شیطن کے دوست) کی تفریق ہوتی ہے۔ اولیاء الشیطٰن کی روزی روٹی چلتی رہے تو انہیں دین کی پرواہ نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کو لازم قرار دیا ہے۔

جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ (الزخرف: ٢٨)

’’جب ابراہیم نے اپنے والد اور قوم سے کہا جن کی تم عبادت کرتے ہو میں ان سب سے بری ہوں۔ علاوہ اس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا اور وہ مجھے سیدھی راہ کی ہدایت دے‘‘۔

اسی طرح ہم پر لازم ہے کہ ہم کفار کے متعلق حکم الٰہی کی پیروی کریں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوْا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (التوبة:۱۲۳)

اے ایمان والو! ان کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس ہیں اور ان کے لئے تمہارے اندر سختی ہونی چاہیے اور یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے"۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ (التوبة:۵)

"مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو، انہیں گرفتار کرو ان کا محاصرہ کرو، اور ان کی تاک میں ہر گھاٹی میں جا بیٹھو، ہاں اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو تم ان کی راہیں چھوڑ دو"

عزیزانِ گرامی! جب بھی لوگوں نے کتاب وسنت سے منہ پھیرا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ان ہی کے دشمنوں کو مسلط کر دیا۔ اسی طرح جب بھی حکام وقت نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قوانین کو چھوڑ کر خود ساختہ ملعون قوانین پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا شیرازہ بکھیر دیا مسلمان چھوٹے چھوٹے ملکوں میں بٹ گئے ان کے دشمنوں نے ان پر غلبہ پالیا کیونکہ چھوٹے چھوٹے ممالک کے امراء کو صرف اپنے منصب وتخت کی فکر ہوتی ہے۔

دین کو غلبہ ملے یا نہ ملے ان کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی حالانکہ ان مسلمانوں کی عزت وشوکت دین کی وجہ سے تھی دین کی مدد کرتے تو دنیا پر غلبہ بھی ملتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہر سردار، امیر اور حاکم وقت پر لازم کیا کہ وہ قوانین الٰہی کو نافذ کرے۔ لیکن انہیں کوئی شعور ہی نہیں ہے کیونکہ کفار کی دوستی اور بری صحبت نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ علماء وداعی حضرات نے بھی اس مسئلے میں سلاطین وحکمرانوں کو اس عقیدہ (کفار کے ساتھ دوستی ودشمنی) سے متعلق احکام سے باخبر رکھنے اور انہیں عقیدہ الولاوالبراء (اللہ ہی کے لئے محبت اور اسی کے لئے نفرت) کی تعلیم دینے ونصیحت کرنے میں غفلت اور بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ اللہ اکبر! اللہ ہی ہے جس سے مدد طلب کی جائے۔

ہر مسلم کو معلوم ہونا چاہئے کہ کفار مسلمانوں کو دین سے دور رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں ان کی خواہش ہے کہ مسلمان بھی ان جیسے بن جائیں۔ اگر غیور مسلمان، خواب غفلت سے نہ جاگے تو وقت ان کے ہاتھ سے نکل جائے گا پھر حسرت وندامت کے آنسو بہانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کفار غلبہ پالیں گے اور مسلمان مغلوب ہو کر رہ جائیں گے کیونکہ یہ دستور دنیا ہے۔

((مَنْ لَمْ يَغْزُ غُزِيَ)) "جو خود بڑھ کر جنگ نہ کرے گا تو دشمن اس پر حملہ کر دیں گے"

لہٰذا اس منہج کی تبلیغ یعنی کفار سے دوستی کے برے نتائج وعواقب سے ضرور آگاہ کرنا چاہیے۔ ہر عالم ہر خطیب اور امام مسجد پر لازم ہے۔ کہ وہ کتاب وسنت کے دلائل کی روشنی میں عوام الناس کو کفار سے میل جول رکھنے ان کے ملکوں میں بلا وجہ آنے جانے کے خطرات سے آگاہ کریں اللہ تعالیٰ نے مسلمان وکافر کے درمیان تمام تر دلی محبت ودوستی کے تعلقات کو ختم کر دیا ہے۔ اگرچہ کوئی قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (التوبة:۲۳)

"اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھیں۔ تم میں سے جو بھی ان سے محبت رکھے گا وہ ظالم ہوگا"۔

ارشادِ الٰہی ہے۔

لَاتَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْكَانُوْٓا اٰبَآءَ هُمْ اَوْ اَبْنَآءَ هُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (مجادلة:۲۲)

''اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے قبیلے کے (عزیز) ہی کیوں نہ ہوں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور ان کی اپنی روح (یعنی قرآن) سے مدد کی ہے''

مزید فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَ كُمْ مِّنَ الْحَقِّ ج يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ(ممتحنة:۱)

''اے ایمان والو! میرے اور خود اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔تم تو دوستی سے ان کی طرف پیغام بھیجتے ہو اور وہ اس حق کے ساتھ جو تمہارے پاس آچکا ہے (یعنی قرآن،اللہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،دین اسلام) سے کفر کرتے ہیں۔پیغمبر کو اور خود تمہیں بھی محض اس وجہ سے جلاوطن کرتے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان رکھتے ہو اگر تم میری راہ میں جہاد اور میری رضامندی کی طلب میں نکلتے ہو (تو ان سے دوستی نہ کرو) تم ان کے پاس محبت کا پیغام چھپ چھپ کر بھیجتے ہو۔اور مجھے خوب معلوم ہے جو تم نے چھپایا اور وہ بھی جو تم نے ظاہر کیا تم میں سے جو بھی یہ کام کرے گا وہ یقیناً راہِ راست سے بھٹک جائے گا''۔

اس موضوع کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

((لايرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم)) (بخاری ومسلم)

''کوئی مسلمان کافر کا وارث نہیں بن سکتا اور اسی طرح کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا''

اور ایک حدیث میں فرمایا۔

((لا يقتل مسلم بكافر)) (بخاری:۱/۲۰٤)

''کسی مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے''

یہ تمام آیات احادیث کفار کی اہانت پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ۔اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ((**انما المشركون نجس**)) (التوبة:۲۸) ''مشرکین ناپاک ونجس ہیں''

تمام مسلمانوں کو خبردار رہنا چاہیے کہ یہود ونصاریٰ مسلمانوں سے کبھی خوش اور راضی نہ ہوں گے جب تک مسلمان کفار کی پیروی نہ کریں اور ان کے نقش قدم پر نہ چلیں۔

ارشاد ربانی ہے۔

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ اِنَّ هُدَى اللهِ هُوَ الْهُدٰى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَ هُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَ كَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ(البقرة:۱۲۰)

''(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ سے یہود ونصاریٰ کبھی راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کے مذہب کے تابع نہ بن جائیں۔آپ کہہ دیجئے۔اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔اور اگر آپ نے باوجود اپنے پاس علم آجانے کے،پھر ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو اللہ کے پاس آپ کا نہ تو کوئی ولی ہوگا اور نہ کوئی مددگار''۔

اس آیت میں کفار کے دین کی پیروی کرنے والوں کے لئے سخت وعید بیان کی گئی ہے۔اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مشرکوں سے دور رہنے کا حکم دیا

ہے۔تاکہ ان سے دوستی لگا کر مسلمان ان جیسے نہ جائیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أنا برئ من كل مسلم يقيم بين اظهر المشركين)) (ابو داؤد ،ترمذی)

''میں ان مسلمانوں سے بری الذمہ ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہائش اختیار کرتے ہیں'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، مسلمان کفار سے کتنا دور رہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اتنا دور رہیں کہ دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کی آگ نہ دیکھ پائے۔

آگ دیکھنے سے مراد ہے کہ ایک دوسرے کے قریب نہ رہیں۔

ایک اور حدیث میں فرمایا۔

((لا يقبل اللّٰه من مشرك بعد ما أسلم عملاً او يفارق المشركين الى المسلمين)) (نسائی)

''اللہ تعالیٰ کسی مشرک کے اسلام لانے کے بعد اس کا کوئی عمل اس وقت تک قبول نہیں فرماتا جب تک وہ مشرکوں سے دور ہو کر مسلمانوں میں داخل نہ ہو جائے''

ان حالات میں، جن سے ہم دوچار ہیں۔ہم اس دین کی غربت اور مسلمانوں کے بدلتے ہوئے حالات کی اللہ ہی سے شکایت کرتے ہیں۔ہم تمام مسلمان ان واضح آیات واحادیث کو سنتے رہتے ہیں۔اس کے باوجود ہم کفار سے میل جول رکھتے ہوئے ان کے ہم نوالہ و ہم پیالہ بنے رہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

((من جامع المشرك ، وسكن معه فانه مثله)) (ابو داؤد)

''جو شخص مشرکوں سے میل جول رکھے ان کے درمیان رہائش اختیار کرے وہ انہی کی مانند ہے''

کہاں ہے دین ابراہیمی !! کہاں گئی اللہ کے لئے محبت اور اللہ ہی کے لئے دشمنی!! ملتِ ابراہیم کا منہج چھوڑ دیا گیا ہے اب یہ منہج دنیا میں بہت کم پایا جاتا ہے اور اس کے نشانات دنیا سے مٹ چلے ہیں دینِ اسلام تو بغضِ کفار، محبت مسلم اور سرکش وظالم سے برأت وخلاصی پر مبنی ہے وادیٔ بطحاء کے نبی ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو مضبوطی سے تھامنے والے موجود نہیں ہیں۔ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں۔کہ ہماری خطائیں معاف کر دے اور ہمارے دلوں پر لگا گناہوں کا زنگ صاف کر دے۔

اے لوگو! دیکھو ہماری حالت کیا ہے؟ کیا ہمارے جسموں پر مشرکوں کی خوشبو ملی ہوئی نہیں ہے۔(یعنی ہم مشرکوں سے میل جول نہیں رکھتے) کیا ہم ان کی تعریف وستائش نہیں کرتے ہیں، کیا ہم ان کی عزت واکرام کے لئے لپک لپک کر نہیں جاتے؟ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اُس مسلمان سے برأت کا اظہار کیا ہے جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے لیکن ہماری معیشت والی کاروباری عقل ودانش کہتی ہے کہ ہر نافرمان وعاصی سے مکمل دوستی قائم کی جائے۔

مصنف رحمہ اللہ نے اسلام کے منافی امور میں لکھا تھا کہ ''جو شخص کفار اور مشرکوں کے مذہب کو درست سمجھے وہ بھی ان میں شامل ہے'' اس فہرست میں اس دور کے کمیونسٹ، لادینیت، دہریت کی دعوت دینے والے شامل ہیں۔یہ تمام فرقے گمراہ کافر ہیں۔اگرچہ ان لوگوں کے نام مسلمانوں جیسے ہوتے ہیں۔ناموں کی وجہ سے حقائق نہیں بدلتے اس دورِ اجنبیت میں ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ اسلام پر عجب وقت آن پڑا ہے معیارِ دنیا بدل چکا ہے۔لوگ ناموں کو دیکھتے ہیں، نام والوں کو نہیں، دعووں پر اعتبار کرتے ہیں، حقائق پر نہیں۔اللہ تعالیٰ کے دشمن جو دن رات، ظاہراً باطناً دین کے خلاف برسرپیکار رہتے ہیں وہ لاعلم اور غافل لوگوں کے نزدیک پکے سچے مؤمن بن بیٹھے ہیں صرف اس بنا پر کہ وہ زبان سے کلمہ توحید پڑھتے ہیں۔شیطان کی فوج میں شرکت کرنے کی وجہ سے ان کا اسلام کا دعویٰ ان کو کچھ فائدہ نہ دے گا کیونکہ ان کی جان ومال ہمہ وقت دین کے خلاف استعمال ہوتی ہے۔

اسلام کی عمارت کو ڈھا دینے والا چوتھا کام

مصنف رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

((من اعتقد ان غیر هدی النبی صلی اللّٰه علیه و سلم أکمل من هدیه أو أن حکم غیره احسن من حکمه کالذي یفضل حکم الطواغیت علی حکمه))

جو شخص یہ اعتقاد، یہ نظریہ رکھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے علاوہ کسی دوسرے کی ہدایت زیادہ کامل ہے یا کسی اور کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے زیادہ بہتر ہے تو اس کا یہ نظریہ اسلام کے خلاف ہے مثلاً کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر طاغوت کے حکم کو ترجیح دے۔

تشریح: اس مختصر کلام میں کئی مسائل مذکور ہیں۔جنھیں ہم ترتیب وار ذکر کرتے ہیں۔

(پہلا مسئلہ) جو شخص یہ نظریہ قائم کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے علاوہ کسی اور کی ہدایت زیادہ کامل و بہتر ہے۔تو ایسا شخص مسلمان ہی نہیں ہو سکتا۔اور یہ نظریہ اس کو جہنم میں لے جائے گا۔کیونکہ اس کا یہ عقیدہ کتاب وسنت اور عقل سلیم کے خلاف ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے۔

((أما بعد فإن خیرا الحدیث کتاب اللّٰه ' و خیر الهدی هدی محمدٍ) (صحیح مسلم:۱۵۳/۶)

''سب سے بہترین کلام کتاب الٰہی ہے۔اور سب سے بہترین ہدایت ہدایت محمدی ہے''

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ ہدایت محمدی کامل ترین ہے۔کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منہج وحی الٰہی پر مبنی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی (نجم:٤)

''(نبی اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے) جو کہتے ہیں۔وہ صرف وحی الٰہی سے کہتے ہے''۔

اس آیت کی رو سے علماء کرام نے اجماع کیا کہ سنت اسلامی قوانین میں قرآن کے بعد دوسرا ماخذ ہے۔اور قانون کے لئے سنت ایک مستقل بنیاد ہے احکام اسلامی میں قرآن کے بعد سنت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے حلال وحرام قرار دینے میں سنت بھی میں قرآن ہی کی طرح ہے اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اہل کتاب کی کتاب دیکھی تو فرمایا:

((أمتهو کون فیها یا ابن الخطاب؟ والذی نفسی بیده ، لقد جئتکم بها بیضاء نقیة ......))(مسند احمد)

''اے عمر بن خطاب کیا تم اب بھی ان کتابوں میں مشغول ہوتے ہو اللہ کی قسم میں تمہارے پاس ایک واضح اور شفاف دین لے کر آیا ہوں''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریعتِ محمدی تمام سابقہ شریعتوں کو منسوخ کرنے والی ہے۔اور پچھلی تمام شریعتوں کی بنسبت ہلکی اور زیادہ آسان بھی۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

((أحب الادیان الی اللّٰه الحنیفیة السمحة))(اخرجه البخاری فی الأدب المفرد وعلقه فی صحیحه بصیغة الجزم،وحسنه ابن حجرؒ فی الفتح:۹٤/۱)

''اللہ تعالیٰ کو تمام دینوں میں سے سیدھا اور یک طرفہ دین (اسلام) پسند ہے''

ان احادیث پر غور کیجئے اور بتایئے کیا اب بھی ہدایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کوئی اور ہدایت ہوسکتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور فرمان دیکھئے۔

((والذي نفسي بيده ، لو كان موسىٰ بين اظهركم ، ثم اتبعتموه و تركتموني لضللتم بعيداً))؟!

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام بھی تمہارے پاس آجائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع کرنے لگ جاؤ تو تم گمراہ ہو جاؤ گے''

اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ پر احسان فرمایا ہے کہ اس نے دین کو کامل بنادیا اور اپنی نعمتوں کو تم پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نچھاور کر دیا ہے۔

جیسا کہ ارشاد ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدة:۳)

''آج میں نے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر پسند فرمالیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہمارے لئے جس دین پر راضی ہوا ہم بھی اس دین پر راضی ہیں۔ کیونکہ اس دین کو اس نے پسند فرمایا اور ہمارے لئے چنا اور اسی دین کو دیکر سید المرسلین محمد عربی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

ارشاد الٰہی ہے۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ. (آل عمران:۱۹)

''بے شک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے''۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

(آل عمران ۸۵)

''جو شخص دین اسلام کو چھوڑ کر دوسرا دین تلاش کرے تو اس کو قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا''۔

اس آیت کی رو سے دین اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرنے والا کافر ہوگا۔

(مسئلہ ثانی) مصنف رحمہ اللہ نے دوسرا مسئلہ یہ بیان کیا کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے علاوہ کسی اور کا حکم مثلاً طاغوت کا حکم اچھا اور احسن ہے تو اس کا یہ نظریہ اسلام کے خلاف ہے ایسا شخص علماء امت کے اجماع کے مطابق کافر ہوگا۔ یہ لوگ اس لئے کافر ہوں گے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم تر لوگوں کے قوانین' یا اپنے خود ساختہ قوانین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قوانین سے بڑھ کر سمجھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مبعوث ہی اسی لیے کیا تھا کہ آپ لوگوں کو شرک کے اندھیروں سے نکال کر توحید کی روشنی کی طرف لائیں۔ لہٰذا اب کوئی دوسرا نظریہ یا قانون کیسے بہتر ہوسکتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ (ابراهيم:۱)

''یہ عالی شان کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے کہ لوگوں کو اندھیرے سے اجالے کی طرف لائیں ان کے پروردگار کے حکم سے، زبردست اور تعریف والے رب کے راستے کی طرف لائیں۔''

ہر مسلمان مرد، عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس بات سے باخبر رہے کہ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم تمام حکموں سے افضل اور مقدم ہے لوگوں میں کوئی مسئلہ پیش آئے اس کو حل کرنے کے لئے اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف رجوع کیا جائے جو شخص اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو چھوڑ کر کسی دوسرے حکم کے مطابق فیصلہ کرے گا وہ کافر ہوگا۔

سورۃ نساء کی آیات پڑھیے کہ جس میں اللہ کا فرمان ہے۔

أَلَمْ تَـرَاِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ ءَ امَنُواْ بِمَآ أُنزِلَ اِلَيْکَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِکَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوٓاْ اِلَى الطَّـٰغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوٓاْ أَن يَكْفُرُواْ بِهِۦ وَيُرِيدُ الشَّيْطَـٰنُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَـٰلَام بَعِيدًا (النساء:٦٠)

''کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا؟ جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر اور جو کچھ آپ سے پہلے اتارا گیا اس پر ان کا ایمان ہے۔لیکن وہ اپنے فیصلے طاغوت کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ طاغوت کا انکار کریں۔شیطان تو یہ چاہتا ہے۔کہ انہیں دور کی گمراہی میں ڈال دے''۔

فرمان باری تعالیٰ ہے۔

فَلَا وَرَبِّکَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوکَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُواْ فِيٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسْلِيمًا

''تیرے پروردگار کی قسم یہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلافات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔پھر جو فیصلے آپ ان میں کردیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرماں برداری کے ساتھ قبول کرلیں''۔ (النساء:٦٥)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قسم کھا کر فرمایا کہ کوئی بھی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ تین کام سرانجام نہ دے۔

- تمام معاملات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاکم سمجھے۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر اپنے دل میں ناخوشی وتنگی محسوس نہ کرے۔
- ہر فیصلے کو فرماں برداری کے ساتھ قبول کرے۔

عزیزانِ گرامی! کوئی عقل سلیم کا مالک کیسے تسلیم کرسکتا ہے کہ لوگوں کی عقل یا کسی فرد کے افکار اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے بڑھ کر ہوسکتے ہیں۔مخلوق کے احکام تو ظلم وجور پر مبنی ہوتے ہیں اور اللہ کے احکام عدل وانصاف پر دیکھئے! جب لوگوں نے اپنے آپ کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے نکالا تو ان کا کیا انجام ہوا؟ ظلم وستم، فسق وفجور ان کا مقدر ٹھہرا۔وہاں کسی برائی کو برائی نہیں سمجھا جاتا مادر پدر آزادی کے ساتھ، بہیمانہ زندگی گزاری جاتی ہے اسی زندگی پر بچے جوان اور جوان بوڑھے ہورہے ہیں حتی کہ ان کی فطرت ہی بدل گئی ہے۔ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے نکالتا ہے اس کا یہی حشر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللهُ فَأُوْلَـٰٓئِکَ هُمُ الْكَـٰفِرُونَ . (المائدة:٤٤)

''جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا وہ کافر ہے''۔

کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ کا تقاضا ہے کہ اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلے کئے جائیں اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم غیر رسول کے حکم سے افضل وبرتر ہے۔جو اس کے خلاف عقیدہ رکھے وہ درحقیقت کلمہ توحید کو جانتا ہی نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اس کلمہ عظیمہ کی بنیادی شرط ہے کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ کی وجہ سے ہی تو زمین وآسمان قائم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کلمے کی خاطر انبیاء ورسل اور کتابیں نازل فرمائیں جہاد کا حکم دیا اور نیک وبد کی تفسیر اسی کلمے کی بنا پر ہوتی ہے جو شخص اس کلمے کے ارکان کو جانتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اوروں کے حکموں سے دور رہتا ہے۔موجودہ دور پرفتن میں حالات بہت بدل گئے ہیں۔(گویا کہ وہ زمانہ آ گیا ہو کہ جس میں انبیاء کی شریعتیں مسخ ہوچکی ہوں) لوگوں نے ان یہود ونصاریٰ کے آراء وافکار کی وجہ سے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات ترک کردیئے ہیں۔کہ جن کی حالت یہ ہے کہ وہ کسی مؤمن سے کوئی محبت ودوستی نہیں رکھتے اور نہ ہی کسی مومن کے بارے میں کسی عہدوپیمان کا خیال رکھتے ہیں۔اس کے باوجود بھی لوگ انسانی خودساختہ قوانین پر خوش ہیں۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

''اللہ کی قسم! میں اپنے گناہوں سے اتنا نہیں ڈرتا کیونکہ یہ گناہ معافی وبخشش والی ہستی معاف بھی کرسکتی ہے بلکہ اپنے دل سے وحی الٰہی اور قرآن کی حکومت کے نکل جانے سے ڈرتا ہوں اور لوگوں کی آراء میں مشغول ہوجانے سے ڈرتا ہوں۔اگر ان افعال کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالیٰ نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے جو احسان ہم پر کیا تھا وہ کیا ہوگا؟''

پس اللہ ہی ہے کہ جس سے شکایت کی جاسکتی ہے!! وہی فریادوں کو سننے والا ہے وہی ہے جس پر بھروسا کیا جاتا ہے۔
کفر اور گمراہی کی فہرست میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو کہتے ہیں کہ موجودہ دور میں زناکاری اور چوری کرنے کی قرآنی سزائیں دینا مناسب نہیں ہیں کیونکہ یہ دور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور جیسا نہیں ہے۔ ایسا کہنے والا سمجھتا ہے کہ موجودہ دور کے قوانین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات سے بہتر ہیں۔ لہٰذا اس دور میں غیر اللہ کے قوانین نافذ کرنا چاہیئے ہے۔
کفر اور گمراہی کی فہرست میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو کہتے ہیں کہ اس زمانے میں اللہ کے نازل کردہ قوانین کے خلاف فیصلہ کرنا جائز ہے، یہ کفر نہیں تو اور کیا ہے؟ کیونکہ انہوں نے ایک ایسی چیز کو حلال قرار دیدیا کہ جس کے حرام ہونے پر کوئی اختلاف نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلام کی عمارت کو ڈھا دینے والا پانچواں کام

مصنف رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

((من ابغض شيئًا مما جاء به الرسول ولو عمل به كفر))

''جو شخص دین اسلام میں سے کسی ایسی چیز کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں' ناپسند کرے اس سے نفرت رکھے تو وہ کافر ہوگا اگر چہ خود اس پر عمل کرتا ہو''

تشریح: دینِ اسلام کو ناپسند کرنے والا' بغض کرنے والا باتفاق علماء اسلام سے خارج ہے۔ جیسا کہ صاحب الاقناع وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال اور آپ کے احکامات سے بغض کرنا اعتقادی نفاق کی علامات ہیں اور قرآن کے مطابق منافق کا ٹھکانہ جہنم ہے جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر و نواہی سے نفرت کرے تو وہ بہت ہی بڑے خطرے سے دوچار ہے۔
یہود و نصاریٰ کی کفریہ تہذیب کے دلدادہ لادین مصنفین جو انگریزوں کے نمک خوار ہیں۔ اپنی گردنوں سے اسلامی قوانین کو نوچ پھینکنے والے حقیقی معنوں میں اسلام سے خارج ہو چکے ہیں۔ وہ تعدد ازدواج سے متعلق بے سروپا باتیں کرتے ہیں اور قرآنی احکامات کا انکار کرتے ہیں تعدد ازدواج سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں یہ لوگ تعدد ازدواج کے خلاف تمام وسائل استعمال کرتے ہیں ان کو خبر نہیں کہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کر رہے ہیں۔ اللہ کے حکم کو رد کرنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے بغض و نفرت کرنے والے کہتے ہیں کہ عورت کی دیت مرد سے نصف کیوں ہے؟ یہ لوگ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد جیسی نہیں مانتے۔ اس کے علاوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر فرامین سے نفرت کرتے ہیں مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''عورتوں جیسا ناقصِ عقل و دین میں نے نہیں دیکھا کہ یہ عورتیں عقل مند مردوں کی عقل بھی لے جاتی ہیں''۔ (بخاری و مسلم)
اس حدیث سے کراہت کرنے والے اس کے خلاف زبان درازی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ یا تو اِس حدیث کو اس کے ظاہری مفہوم سے بدل دیتے ہیں۔ یا پھر اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ حدیث عقل کے خلاف ہے ایسے لوگ اگر دلائل پر عمل کریں پھر بھی یہ لا الٰہ الا اللہ کی شروط پر پورے نہیں اترتے کیونکہ کلمہ کی سب سے اہم شرط حکمِ قرآن و حدیث سے محبت کرنا ہے اور اسے خوش دلی سے قبول کرنا ہے جبکہ یہ لوگ نفرت و بغض کرتے ہوئے تنگ دلی ظاہر کرتے ہیں۔ یہ فعل منافقوں جیسا ہے کیونکہ وہ بھی ظاہراً عمل کرتے ہوئے دلی طور پر ناپسند کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((من قال لا الـه الااللّٰہ خالصًا من قلبهٖ دخل الجنة)) (احمد ،ابن حبان)

''جو شخص ''خلوصِ دل'' سے لا الٰہ الا اللہ پڑھے وہ جنتی ہوگا''

اس حدیث میں خلوصِ دل کی شرط لگائی گئی ہے لہٰذا جو شخص قرآن وحدیث کو ناپسند کرے وہ خلوصِ دل سے کیسے مانتا ہوگا؟

اسی موضوع کے مطابق فرمانِ الٰہی ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ O ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ (محمد:۹)

''اور جو لوگ کافر ہوئے ان کے لئے ہلاکت ہے اللہ ان کے اعمال غارت کرے گا اور یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی نازل کردہ چیز سے ناخوش ہوئے سو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے''۔

اللہ تعالیٰ نے دین کو ناپسند کرنے والوں کے اعمال کو کوڑا کرکٹ بنا ڈالا ان کو ضائع کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پر عمل کرنے والوں اور اس کے اوامر ونواہی پر عمل کرنے والوں کو کامیابی کی بشارت دی ہے اس کے برعکس ناپسند کرنے والوں کے اعمال کو ضائع کرنے کا حکم سنایا اور ہر وہ شخص جو اللہ کے نازل کردہ قوانین کو ناپسند کرے، اس کے تمام اعمال برباد ہیں۔ اگرچہ وہ خود ان پر عمل ہی کیوں نہ کرتا ہو۔

جیسا کہ یہ آیت ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ (محمد:۲۸)

''یہ اس وجہ سے کہ وہ لوگ ایسی راہ پر چلے جس سے انہوں نے اللہ کو ناراض کر دیا۔ اور انہوں نے (اللہ) کی رضا مندی کو برا جانا۔ تو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے''۔

ہر مسلمان کو ڈرنا چاہیے کہ وہ دین اسلام کو ناپسند کرنے والا بن جائے، یہ ناپسندیدگی دلوں میں چھپی رہتی ہے اور بڑے عرصے بعد انسان کو احساس ہوتا ہے کہ شیطان اپنا کام کر گیا ہے۔

لہٰذا اکثر اوقات یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

((یامقلب القلوب ثبت قلبی علیٰ دینك))

''اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت کر دے''

کیونکہ تمام انسانوں کے دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کے درمیان ہیں۔ اللہ تعالیٰ جیسے چاہتا ہے دلوں کو پھیرتا رہتا ہے۔

اس مقام پر ان لوگوں کے لئے تنبیہ کر دی جانی چاہیے جنہیں اکثر اوقات ایسے مواقع ملتے رہتے ہیں کہ لوگ ان کو دعوت دیتے ہیں اور یہ دعوت دینے والوں کی دعوت کو قبول نہیں کرتے اس قبول نہ کرنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ دین اسلام سے بغض کرنے والے ہیں یا حق کا انکار کرنے والے ہیں۔ بلکہ بات یہ ہوتی ہے کہ دعوت دینے والوں کا انداز اور طریقہ غلط ہوتا ہے اگر کوئی دوسرا یہی بات اچھے طریقے سے کرے اور برائی کو واضح کر کے بیان کرے تو لوگ اس حق کو قبول کر لیں گے کبھی کبھار دعوت دینے والے اور لوگوں کے تعلقات درست نہیں ہوتے اس بات کو دین اسلام سے بغض قرار نہیں دیا جائے گا اس مقام پر گناہ گاروں پر الزام کی تردید کر دینی چاہیے۔ بعض لوگ داڑھی کٹوانے والے، شلوار ٹخنوں سے نیچے رکھنے والے، یا شراب پینے والے کو کہتے ہیں ''تم دین اسلام سے بغض کرتے ہو تم دین کی مخالفت کرنے والے ہو حالانکہ گناہ گاروں پر یہ ایک غلط الزام ہے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی بعض گناہ ہوتے رہتے تھے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایسا الزام کوئی نہیں دیتا تھا۔ بلکہ کبھی شراب نوشی کرنے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جاتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو منع کرتے تھے کہ اس پر لعنت نہ بھیجی جائے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ ایسا نہ کہو یہ گناہ گار اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا ہے۔(بخاری)

اگر یہ الزام درست ہو جائے تو پھر کبیرہ گناہوں کے مرتکب افراد اسلام سے خارج ہو جائیں گے اور یہ بات غلط ہے اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے مطابق کبیرہ گناہ کرنے والے اسلام سے خارج نہیں ہوتے ایسے لوگ اللہ کی مشیت کے ماتحت ہوتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو معاف فرما دے اور چاہے تو ان کو

عذاب دے لیکن کبیرہ گناہ کرنے والوکا انجام ان شاءاللہ جنت ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلام کی عمارت کوڈھادینے والا چھٹا کام

مصنف رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

((من استهزأ بشيء من دين الرسول صلى الله عليه وسلم ، أو ثوابه ، أو عقابه كفر))

''جوشخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں سے کسی بات کا مذاق اُڑائے چاہے وہ بات ثواب سے متعلق ہو یا عذاب سے وہ شخص کافر ہے''

تشریح: دین اسلام کا مذاق اڑانے والا کیوں کافر ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے۔

قُلْ اَبِاللهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ O لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (التوبة:٦٥)

''(اے نبی) کہہ دیجئے کہ اللہ،اس کی آیات' اوراس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں۔تم عذر پیش نہ کرو۔تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے ہو''۔

دین اسلام کے کسی امر کا استہزأ کرنا' اس کا مذاق اڑانا' اجماع امت کے مطابق کفر ہے اگر چہ کوئی غیر سنجیدگی سے بھی مذاق اڑائے ......ابن جریر، ابن ابی حاتم اور اور الشیخ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا، میں نے اپنے قراء جیسا کسی کو نہیں دیکھا یہ لوگ بڑے پیٹو ہیں، زبان کے جھوٹے اور جنگ کے موقع پر بزدلی دکھانے والے ہیں۔ یہ بات سن کر دوسرے شخص نے کہا تم منافق ہو ہم یہ بات ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچادیں گے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی اور قرآن میں مذکور بالا آیت نازل ہوگئی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔''میں نے دیکھا کہ وہ بات کرنے والا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی سے لٹک لٹک کر کہہ رہا تھا کہ میں تو مذاق کر رہا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے۔اللہ اس کا رسول اوراس کی آیات ہی مذاق کے لیے رہ گئی ہیں۔'' ہم مذاق اڑا رہے تھے کا مطلب ہے کہ ہم حقیقت میں بات نہیں کر رہے تھے بلکہ ہم ازراہِ مذاق یہ بات کر رہے تھے صرف سفر کی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے خوش گپی کر رہے تھے۔اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو کافر قرار دیا ہے۔بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ منافقین تو پہلے ہی سے دلی طور پر کافر تھے۔بعد میں انہوں نے زبان سے بھی اظہارِ کفر کردیا۔

لیکن اس بات کی تردید شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کی ہے۔آپ لکھتے ہیں۔''دل سے کفر کرنا اور زبان سے اسلام لانا کفر ہی ہوتا ہے اس کو اسلام نہیں کہا جاسکتا۔

جبکہ ایسی صورت میں یہ نہیں کہا جاتا کہ:

قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ(التوبة:٦٥)

''تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے ہو''۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ شروع ہی سے کافر نہ تھے۔(یعنی ایمان لاچکے تھے اور بعد میں کافر ہوئے)

اسی طرح جو شخص بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے کسی بھی حکم مذاق اڑائے، جیسا کہ علم شرعی کا مذاق اُڑانا، یا علم شرعی سیکھنے والے طالب علم یا سکھانے اساتذہ، یا اس پر عمل کرنے والے، غرض علم شرعی سے تعلق رکھنے کسی بھی شخص کا مذاق اڑانا، اسی طرح اللہ تعالی کی طرف مقرر کردہ کسی ثواب یا عذاب کا مذاق اڑانا، اسی طرح اچھائی کا حکم دینے والوں اور برائی سے روکنے والوں کا ان کے اس مبارک فعل کی وجہ سے مذاق اڑانا، اسی طرح نفلی یا فرضی کسی بھی نماز کا مذاق اڑانا یا پھر نمازیوں کا نماز پڑھنے پر مذاق اڑانا، اسی طرح ایک داڑھی رکھنے والے کا اُس اسلامی شعیرہ داڑھی کی وجہ سے مذاق اڑانا، اسی طرح سود جیسی لعنت کو چھوڑنے والے کا سود چھوڑ نے کی وجہ سے مذاق اڑانا، وغیرہ وغیرہ تو اس قسم کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ اور وہ مذاق اڑانے والا استھزاء کرنے والا اللہ کی نظروں میں کافر ہے۔ (کیونکہ مذکورہ تمام صورتیں اللہ کی شریعت سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ان کا مذاق اڑانے والا اللہ کی شریعت کا مذاق اڑاتا ہے) اسی طرح اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی کسی بھی چیز کا مذاق اڑانا منافقین کی صفات میں سے ہے۔ اور یہ کسی مسلمان کے لئے لائق نہیں کہ وہ ایسا کفریہ فعل کا سرانجام دے۔

جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے۔

اِنَّ الَّـذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ O وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ O وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ O وَاِذَا رَاَوْهُـمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ O وَمَـآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ O فَـالْيَـوْمَ الَّـذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَO عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَO هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (مطففین:۲۹-۳۶)

''گناہ گار لوگ ایمان والوں کا ہنسی مذاق اڑایا کرتے تھے اور ان کے پاس سے گزرتے ہوئے آپس میں آنکھوں کے اشارے کرتے تھے اور جب اپنے گھروں کی طرف لوٹتے تو دل لگیاں کرتے تھے اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے یقیناً یہ لوگ گمراہ ہیں۔ جبکہ یہ ان پر نگراں بنا کر تو نہیں بھیجے گئے۔ پس آج ایمان دار ان کافروں پر ہنسیں گے تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے کہ اب ان منکروں نے جیسا یہ کرتے تھے پورا پورا بدلہ پالیا''۔

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے حکم المرتد صفحہ (۱۰۵) پر اور شیخ حمد بن عتیق نے مجموعۃ التوحید میں اور کافی علماء نے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے کسی بھی جزء کا مذاق اڑانے والوں کی دو اقسام بیان کی ہیں۔

(اول) واضح طور پر مذاق اڑایا جائے۔ جیسا کہ یہ قول ہے ''یہ قرآن پڑھنے والے بڑے پیٹو' بزدل اور جھوٹے ہیں'' ان لوگوں کے متعلق ہی آیتِ ممانعت نازل ہوئی تھی۔

(ثانی) مذاق اڑایا تو جائے مگر غیر واضح طور پر مبہم انداز میں جیسے کہ آنکھ کے اشاروں کنایوں کے ساتھ یا تلاوت قرآن کا' زبان نکال کر ہونٹ پھیلا کر' مذاق اڑایا جائے۔ یا سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا جائے یا اچھائی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے پر مذاق اڑایا جائے۔

الغرض قرآن وحدیث کا مذاق اڑانے والوں کی مخالفت کرنا۔ ان کی مجلسوں کو ترک کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ مسلمان بھی انہی میں شامل ہو جائیں۔

جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے۔

وَقَـدْ نَـزَّلَ عَـلَيْـكُـمْ فِـى الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَـلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا. (النساء:۱۴۰)

''اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب بھی کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجلس میں ان کے ساتھ مت بیٹھو جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں (ورنہ) تم بھی اُس وقت انہی جیسے ہو گے یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے''۔

جو شخص سنے کہ کسی مجلس میں اللہ کی آیات کا انکار کیا جارہا ہے اس کا مذاق اڑایا جارہا ہے اور وہ اس مجلس میں راضی خوشی بیٹھا رہے۔ تو وہ اس کفر میں انہی مذاق آڑانے والوں جیسا ہے۔

جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ O مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ . (الصّٰفّٰت:۳۷)

’’(اے فرشتو!) ظالموں اوران کے ہم راہیوں کوجمع کرو(اور جہنم رسید کرو)‘‘
یعنی جولوگ ظلم کرنے والے اوران کے ہم مثل اور ہم نظیر ہوں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلام کی عمارت کوڈھادینے والا ساتواں کام

مصنف رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

((السحر، ومنه الصرف والعطف، فمن فعله أو رضى به ؛ كفر))

’’جادو چاہے وہ جدائی نفرت پیدا کرنے کے لئے کیا جائے یا محبت پیدا کرنے کے لئے جوکوئی ایسا کرے یا ایسا کرنے پر راضی ہوتو وہ شخص کافر ہے‘‘

والدليل قول الله:

﴿وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَآ نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾

اس بات کی دلیل یہ آیت ہے:

’’(ہاروت ماروت) کسی کو(جادو) نہیں سکھاتے تھے حتٰی کہ اسے کہتے ہم آزمائش کے لئے آئے ہیں تم کفر نہ کرو۔‘‘(البقرة:۱۰۲)

تشریح: ’’سحر‘‘ کالغوی معنٰی ہے۔کسی چیز کے ماخذ کا باریک اور مخفی ہونا،اہل عرب کسی چیز کے بہت زیادہ مخفی ہونے کے متعلق کہتے تھے:اَخفٰی من السحر جیسے کہ مسلم بن ولید کا یہ شعر ہے۔

’’تم نے اپنی نظروں کوعلاماتِ محبت بنادیا ہے یہ نظر کے اشارے تو جادو سے زیادہ مخفی ہیں ان نظروں میں نرمی نظر آئے تو وصل کی علامت ہوتی ہے اور آنکھیں غضب آلود ہو جائیں تو ہجر کی نشانی ہوتی ہے‘‘۔

سحر کی شرعی تعریف کیا ہے؟

ہروہ مالا،یادم جھاڑے جس سے جادوکرنے والا شیطان کی مدد حاصل کر کے مسحور کونقصان پہنچائے امام شنقیطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں’’جادو کی کوئی جامع مانع تعریف نہیں ہے۔کیونکہ جادو کی بہت سی اقسام ہوتی ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔اوران کے درمیان ایک قدر مشترک نہیں ملتی جس کی بنا پراسکی جامع و مانع تعریف کی جاسکے۔اسی لئے علماء کرام نے سحر کی مختلف تعریفیں لکھی ہیں۔

سحر کی دواقسام بنتی ہیں۔(اضواء البیان:۴/۴۴۴)

- **سحرصرف:** کوئی شخص اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے جادو کے ذریعہ کسی کی محبت کوبغض میں بدل دے۔جیسے کسی کی بیوی کی محبت کوبغض میں تبدیل کردے۔

- **سحرعطف:** یہ بھی پہلی قسم ہی کی طرح ایک جادوئی فعل ہے،لیکن اس میں آدمی کی خواہشات کے برعکس،شیطانی غیر جائز طریقے استعمال کر کے آدمی

میں محبت پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

جو سحر صرف سے مختلف ہو، جادو کرنا تمام انبیاء کی شریعتوں میں حرام ہے، جادو کے متعلق شریعت میں بہت سے مسائل مذکور ہیں۔ چونکہ جادوگری اس وقت بہت زیادہ پھیل چکی ہے اس لئے ہم اس کے متعلق تفصیل سے علماء کے اقوال ذکر کر رہے ہیں۔

(پہلا مسئلہ) کیا جادو حقیقت ہے؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جادو کی حقیقت کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اور جادو سے پناہ مانگنے کا بھی حکم دیا ہے۔ جیسے کہ ارشاد ہے۔

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ (فلق:٤)

''اور گرہ لگا کر (ان میں) پھونکنے والیوں کے شر سے بھی (پناہ مانگتا ہوں)''۔

مذکورہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ جادو ایک حقیقت ہے وگرنہ اللہ تعالیٰ اس سے پناہ مانگنے کا حکم نہیں دیتا۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ (البقرة:٢:١٠٢)

''پھر لوگ ان دونوں (ہاروت ماروت) سے (جادو) کا علم سیکھتے جس سے خاوند بیوی میں جدائی ڈال دیں''۔

آیت اس بات پر دلیل ہے کہ جادو ایک حقیقت ہے کہ جس سے میاں، بیوی کے درمیان جدائی ڈالی جاتی ہے۔

جادو کی حقیقت پر درج ذیل حدیث بھی دلالت کرتی ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا حتٰی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خیال فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام کیا ہے جبکہ حقیقتاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام نہیں کیا ہوتا۔ کچھ دن یہی حالت رہی ایک دن آپ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس دو فرشتے آئے تھے ایک میرے پاؤں اور دوسرا میرے سر کے پاس بیٹھ گیا ایک فرشتے نے پوچھا۔ اس آدمی کو کیا ہوا ہے دوسرے فرشتے نے جواب دیا۔ آپ پر جادو کیا گیا ہے سوال کیا گیا کس نے جادو کیا ہے فرشتے نے کہا لبید بن الاعصم یہودی نے کنگھی اور بالوں میں جادو کیا ہے جو ذوران نامی خشک کنویں میں موجود ہے''۔ (رواہ البخاری و مسلم و احمد)

(یہ حدیث مختصر ہے مکمل حدیث میں ہے کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنویں سے جادو والی کنگھی منگوائی اور اس پر سورۃ فلق اور سورۃ والناس کی تلاوت کی جس سے جادو کا اثر زائل ہو گیا)

یہ ہی اہل سنت اور جمہور مسلمانوں کا مسلک ہے کہ جادو ایک حقیقت ہے۔ جبکہ کتاب وسنت سے دوری اختیار کرنے والے معتزلہ فرقے کے لوگوں کا کہنا ہے کہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے۔

يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى (طٰہٰ:٦٦)

''ان کے جادو سے موسیٰ کے خیال میں آئیں کہ وہ دوڑ رہی ہیں''

انکے جادو کے باعث موسیٰ علیہ السلام کو خیال ہوا کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔ (ان کی دلیل اس سے یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا۔ کہ وہ حقیقت میں دوڑ رہی تھیں۔

یہ لوگ لکھتے ہیں جادو ایک وہم اور دھوکے پر مبنی خیال ہوتا ہے اس کی کوئی حقیقت ماہیت نہیں ہوتی اس کو شعبدہ بازی بھی کہتے ہیں اس بات کی تردید کرتے ہوئے علامہ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں'' یہ نظریہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ہمارے اسلاف کے اقوال اور نظریے کے خلاف ہے۔ جادو کی حقیقت ہونے پر فقہاء، محدثین مفسرین، اور ارباب القوب اہل تصوف کا اتفاق رہا ہے۔ عوام بھی جادو کے موثر ہونے، محبت بغض ونفرت اور شادی بیاہ کے معاملات میں جادو کے اثر انداز ہونے پر یقین رکھتے ہیں'' (بدائع الفوائد:٢/٢٢٧)

امام قرطبی رحمہ اللہ معتزلہ کے قول کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔'' جادو کو ایک وہم سمجھنا صحیح نہیں ہے عقلی طور پر بھی جادو کو حقیقت سمجھا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث کے دلائل بھی یہی کہتے ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے جادو کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد کیا ہے۔

يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَآ نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ (البقرۃ:۱۰۲)

''(شیطان) لوگوں کو جادو سکھایا کرتے اور بابل (شہر) میں ہاروت و ماروت دو فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو آزمائش ہیں تم کفر نہ کرو پھر لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند، بیوی میں جدائی ڈال دیں''۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جادو ایک حقیقت ہے کیونکہ تعلیم کسی حقیقی چیز کی دی جاتی ہے۔ وہم وگمان کی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد کیا۔

وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ (الاعراف:۱۱۶)

''وہ جادوگر بہت بڑا جادو لے آئے۔''

سورۃ فلق کے متعلق تمام مفسرین اتفاق کرتے ہیں کہ یہ جادو کے متعلق نازل ہوئی تھی۔

جب یہ جادو لبید بن الاعصم یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ فلق کی تلاوت کی تو جادو کا اثر ختم ہو گیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (انّ اللّٰہ شفانی) اللہ نے مجھے شفا عطا فرمائی ہے۔ شفا کسی بیماری اور علت کے ختم ہونے پر ملتی ہے۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جادو ایک حقیقت ہے۔ یہ دلائل' آیاتِ الٰہی' احادیث اور اجماع امت سے ملے ہیں۔ لہٰذا' معتزلہ اگر اس سے انکار کریں تو کچھ فرق نہیں ہوتا۔

(دوسرا مسئلہ) جادوگر کے متعلق کیا حکم ہے؟

علماء کرام نے جادوگر کے متعلق اختلاف کیا ہے کہ جادوگر کافر ہے یا نہیں مصنف امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے جادوگر کو کافر کہا ہے کیونکہ (سورۃ البقرۃ :۱۰۲) میں اللہ تعالیٰ نے جادو کو کفر قرار دیا ہے یہی مذہب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، ابوحنیفہ اور جمہور علماء کا ہے امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جادو سیکھنے والے کو کہا جائے کہ اپنے جادو کی صفات بیان کرو اگر اس میں کوئی کفریہ صفت شامل ہو گئی تو یہ کفر ہوگا جیسے اہل بابل ستاروں کی قربت حاصل کرنے کے لئے جادو کرتے تھے اور ہر کفریہ کام کے لئے تیار رہتے تھے اگر جادوگر' جادو کو جائز سمجھے تو کافر ہوگا۔ کیونکہ اس نے اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال سمجھا۔

امام شنقیطی رحمہ اللہ نے تفصیلی تحقیق بیان کی ہے آپ رقمطراز ہیں۔ ''اگر جادو میں غیر اللہ کی تعظیم ہو رہی ہو۔ جیسے ستاروں، جنات وغیرہ کی تعظیم کی جائے تو اس جادو کو بلا اختلاف کفر کہا جائے گا۔ سورۃ البقرۃ میں جو ہاروت ماروت کا جادو مذکور ہے وہ اسی قبیل سے تھا۔ اس کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّا سَالِّحْرَ (البقرۃ:۱۰۲)

''سلیمان (علیہ السلام) نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے''

اسی طرح فرمایا۔

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْ لَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ (البقرۃ:۱۰۲)

''وہ دونوں (ہاروت و ماروت اس وقت تک کسی کو نہیں سکھاتے تھے جب تک کہ یہ تنبیہ نہ کر دیں کہ ہم ایک آزمائش ہیں تم (اسے سکھا کر) کفر مت کرو''

اسی طرح ارشاد فرمایا۔

وَ لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰ خِرَةِ مِنْ خَلَا قٍ (البقرۃ:۱۰۲)

''اس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچا البتہ وہ (بہت ہی) بری ہے۔''

اسی طرح ارشاد فرمایا۔

وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى. (طٰہٰ:٦٩)

''جادوگر کہیں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا''

اور اگر جادو میں کوئی کفریہ بات تو نہ ہو لیکن بعض اشیاء جیسے تیل وغیرہ کے ذریعے جادو کیا جائے اگرچہ یہ بھی انتہائی سخت حرام ہے لیکن اس سے کفر واقع نہیں ہوتا۔

(اضواء البیان:٤/٤٥٦)

صحیح قول کے مطابق جادوگر کیسا بھی جادو کرے اس کو ہر حال میں قتل کرنا چاہیے کیونکہ جادوگر زمین میں فساد پھیلا رہا ہے خاوند بیوی کے درمیان تفریق کر رہا ہے جادوگر کا زندہ رہنا ایک بڑا خطرہ ہے اس سے معاشرے میں قتل وغارت گری اور فتنہ وفساد پھیل سکتا ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی جادوگر کو قتل کرنے میں کوئی اختلاف نہ کرتے تھے۔

(تیسرا مسئلہ) جادوگر، اور جادوگرنی کو قتل کرنے کا حکم

علماء کرام نے جادوگر کے قتل کے حکم میں اختلاف کیا ہے مشہور اقوال دو طرح کے ہیں۔

- جادوگر کو قتل کیا جائے امام مالک، امام احمد رحمہما اللہ کی یہی رائے ہے۔اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔
- جب تک جادوگر کفر تک نہ پہنچے اس کو قتل نہ کیا جائے امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے۔

قول اوّل کو ترجیح دینے والوں کے دلائل درج ذیل ہیں۔

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

((حَدُّالسَّاحِرِ ضَرَبُهُ بِاالسَّيُفِ))(ترمذی، حاکم، دارقطنی ابن عدی وغیرھم)

''جادوگر کی سزا اس کو تلوار سے قتل کرنا ہے''

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔مذکورہ حدیث سند مرفوع نہیں اس کی سند میں اسماعیل بن مسلم المکی ہے جو کہ ضعیف راوی ہے۔جبکہ یہ قول جندب رضی اللہ عنہ سے موقوفٍ صحیح ہے۔شارح کتاب فرماتے ہیں کہ اس کے علاوہ امام احمد رحمہ اللہ نے بھی اسے منکر الحدیث قرار دیا ہے۔اور یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ''لیس بشئی''، امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کے ضعیف پر اتفاق ہے۔

- سیدنا بجالہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہمارے پاس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا خط آیا، یہ خط آپ کی شہادت سے ایک برس قبل آیا تھا۔آپ نے حکم دیا کہ ((اقتلوا کل ساحر، وفرقوا بین کل ذی محرم من المجوس، وانھوھم عن الزمزمة))''جادوگر کو قتل کر دیا جائے۔آتش پرست مجوسیوں نے اگر محرم افراد کی آپس میں شادی کی ہے تو انہیں جدا جدا کر دیا جائے اور ان مجوسیوں کو زمزم کے پانی سے دور رکھا جائے بجالہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے حکم ملنے پر تین جادوگروں کو قتل کیا''

(الحدیث مخرج فی ''البخاری''ولکن فی بعض النسخ لیس فیه :''اقتلوا کل ساحر'' ابو داؤد)

- سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا پر جس لونڈی نے جادو کیا تھا۔تو آپ رضی اللہ عنہا نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

(وھذاالاثر رواہ مالك فی((الموطا))وسندہ منقطع ،ورواہ عبداللّٰہ بن الامام احمد فی ((المسائل))والبھیقی،عنھا بسند صحیح ،وصححه شیخ الاسلام محمد بن الوھاب فی ((کتاب التوحید))

جادوگر کے قتل کرنے کے حکم میں سیدنا عمر و جندب وسیدہ حفصہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی کسی صحابی نے مخالفت نہیں کی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

((اقتدو باللذین من بعدی ابی بکر و عمر))(احمد ، ترمذی)

''میرے بعد تم ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کی پیروی کرنا''

ایک اور فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

((انّ اللّٰہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ))(ترمذی)

''اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کے دل وزبان پر حق جاری کر دیا ہے''

قول ثانی کو ترجیح دینے والوں نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

((لایحل دم امرئ مسلمٍ الا باحدی ثلاث ، الثیب الزانی ، والنفس باالنفس، والتارك لدینه المفارق للجماعة)) (بخاری ومسلم

''کسی مسلمان کا خون کرنا جائز نہیں ہے سوائے تین وجوہات کے شادی شدہ زانی ہو۔ جان کے بدلے جان کو قتل کیا جاسکتا ہے اور مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑ کر مرتد ہونے والے کو قتل کیا جاسکتا ہے''

مذکورہ حدیث سے استدلال کافی وجوہات کی بنا پر محل نظر ہے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جادوگر لبید بن الاعصم یہودی کو قتل نہیں کیا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسوقت اس یہودی کو قتل کرنے سے جنگ کا فتنہ کھڑا ہوسکتا تھا۔ جبکہ بعض علماء کا کہنا ہے کہ خاص ہے ذمی کے ساتھ بہر کیف کوئی ذمی کافر ہو یا کوئی مسلمان دونوں کو جادوگر ہونے کی وجہ سے قتل کرنا چاہیے۔

(چوتھا مسئلہ) جادو کو ختم کرنے کا طریقہ

امام ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''مسحور یعنی جس شخص پر جادو کیا گیا ہو۔ اس سے جادو ختم کرنے کے دو طریقے ہیں۔

◆ جادو کو توڑنے کے لئے جواباً جادو کیا جائے: یہ شیطانی عمل ہے۔ اور اسی پر حسن بصری رحمہ اللہ کے اس قول کو مجمول کیا جائگا: جادو کو جادوگر ہی ختم کرتا ہے۔ اس عمل میں دم جھاڑ نے چھیڑوانے والا شیطان کے پسندیدہ کام کر کے اس کا قرب حاصل کرتا ہے۔ اس سے جادو ختم کیا جاتا ہے۔

● جادو ختم کرنے والا دعاؤں' تعوذات جائز (یہ وہ تعوذات ہے جس کا معنی ہے کہ وہ اذکار اور دعائیں کہ جس میں شیٰطین سے اللہ کی پناہ مانگی جاتی ہے) اور ادویات کے ذریعے یہ کام کرے یہ طریقہ جائز ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں تعلیقاً سعید بن مسیّب رحمہ اللہ تابعی کا قول نقل کیا ہے۔

قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے سوال کیا۔ کسی شخص یا اس کی بیوی کو جادو ہو گیا ہو تو کیا وہ اس کو ختم کرنے کے لئے دم جھاڑے کر سکتا ہے۔ تو آپ نے کہا۔ کسی اصلاح کی غرض سے دم کرنا درست ہے فائدہ بخش چیز کو منع نہیں کیا جاتا۔ اس حدیث میں جس دم کی اجازت ہے اس سے مراد شرکیہ دم نہیں ہے۔

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شیطانی دم جھاڑے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''یہ شیطانی عمل ہے''۔ (رواہ احمد،ابوداؤد وسندہ حسن)

اس کے علاوہ جادو زائل کرنے والے کے لئے جادوگروں' بد عاملوں' کاہنوں' نجومیوں کے پاس جانا ایک بہت بڑا جرم ہے۔ اس کام سے چالیس روز تک نماز قبول نہیں ہوتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

((من اتی عرافًا فسأله عن شئ لم تقبل له صلوٰة اربعین لیلة))(مسلم: ۲۲۳۰)

''جو شخص کسی عامل کے پاس جا کر کسی چیز کے بارے میں سوال کرے تو اس کی نماز چالیس دن تک قبول نہیں ہوتی''

اور اگر ان جادوگروں' کاہنون، نجومیوں، عاملوں کے پاس جا کر ان کی باتوں کی تصدیق کرے۔ تو وہ اسلام کا انکار کرنے والا کہلائے گا۔

((عن ابی هریرة قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم : من اتی عرافًا أو کاهنًا فصدقهٗ فیما یقول فقد کفر بما انزل علی محمدٍ))

(مسند بزار:۳/۴۴۳/۲)

''جو کسی کاہن یا جادوگر کے پاس جا کر اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو یقیناً اُس نے اُس چیز کے ساتھ کفر کیا جو چیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔''

اسی طرح کی روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی موقوفاً مروی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلام کی عمارت کو ڈھا دینے والا آٹھواں کام

مصنف رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

((مظاهرة المشركين ومعاونتهم على المسلمين))

''مسلمانوں کے مقابلے میں مشرکین کو غالب کرنے والا اور انکی مدد کرنے والا کافر ہے''

اس بات کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے۔

وَمَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ (المائدة:۵۱)

''تم میں سے جو بھی ان (مشرکوں) سے دوستی کرے وہ بے شک انہی میں سے ہے۔ ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز راہِ راست نہیں دکھاتا''۔

تشریح: مشرکوں سے تعاون کرنا اور مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کی مدد کرنا ایک بہت بڑا فتنہ ہے۔ یہ ایسا فتنہ ہے جو لوگوں کی عقلوں کو اندھا بہرا بنا دیتا ہے یعنی انہیں کسی کام کا نہیں چھوڑتا مشرکوں سے محبت کرنے والا ہر دل ان کی طرف کھنچا چلا آتا ہے۔ خاص طور پر موجودہ دور میں تو یہ فتنہ بہت عام ہو چکا ہے۔ چونکہ اس دورِ پرفتن میں علم کی قلت اور جہالت کی کثرت ہے فتنے جا بجا بکھرے پڑے ہیں۔ اور احادیث وعلم نبوی عوام کے دلوں سے مٹتا جا رہا ہے۔ خواہشات کا غلبہ اور استحکام ہوا جا رہا ہے اس لئے اس وقت ایسے فتنوں کے بارے میں علم رکھنا ازحد ضروری ہے۔

میرے نزدیک ان فتنوں کی اہم وجہ علوم شریعت (دینی علوم) سے بیگانگی اور یونانی 'معتزلی فلسفیانہ علوم کی طرف توجہ کرنا ہے لادین علوم کی نشر واشاعت سے برائی نیکی بن گئی ہے اور نیکی کو برا جانا جاتا ہے نسل نو کی نشو ونما بے دین علوم کے سائے میں کی جاتی ہے حق اس دور میں پہچانا نہیں جاتا کسی صاحبِ حق اور سنت وشریعت پر مکمل طور پر عمل پیرا انسان آج لوگوں کے مابین اجنبی ہو گیا، غیر تو غیر اپنوں ہی میں اگر وہ دین، شریعت کی بات کرتا ہے تو اُسی عجیب نظروں سے دیکھا جاتا ہے، یہ اللہ کا بندہ اس پرفتن دور میں اِسے اگر ہم تلاش کرنا چاہیں تو مشکل ہی سے ملے گا۔ اسلام جس طرح اپنی ابتدا میں اجنبی تھا اس دور میں ویسا ہی اجنبی بن گیا ہے لہٰذا ایسے پکے سچے مسلمان جو بہت کم ملتے ہیں ان کے لئے خوشخبری ہے جنتوں کی بشارت ہے یہ لوگ عوام الناس کے بگاڑ کی اصلاح کرنے والے ہیں اسی باعث اسلام نے خاص طور پر اپنے نام لیواؤں کو مشرکوں سے دوستی کرنے اور ان کی مدد کرنے سے منع کیا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا اسلام سے ارتداد میں داخل ہو جاتا ہے۔

علامہ عبداللہ بن عبداللطیفؒ سے ایک بار سوال کیا گیا کہ دوستی کرنے اور امداد وتعاون کرنے میں کیا فرق ہے؟ تو آپ نے فرمایا امداد کرنے سے مراد ہے مشرکوں کی حمایت کرنا اور جان مال، اور دیگر ذرائع سے امداد کرنا یہ فعل کفر ہے صرف دوستی رکھنا ایک الگ فعل ہے اگر تمام مسلمان باہم یکجا ہو کر مشرکوں کی مدد کرنے والوں کو مٹا ڈالیں اور آپس میں تعاون واتفاق کی فضا قائم کرلیں تو انشاء اللہ آج بھی مسلمان غالب آ سکتے ہیں کفار مغلوب ومحکوم ہو سکتے ہیں جس طرح دورِ نبوی وعہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں کفار مسلمانوں کو جزیہ ادا کرتے تھے اس دور میں بھی ادا کرنے لگ جائیں گے۔ اور یاد رکھو کہ کافروں کی اعانت میں ہر وہ چیز شامل ہے۔ جس کی وہ اعانت چاہتے ہیں اور

جس کے ذریعہ وہ مختلف اسباب وذرائع اختیار کر کے سلمانوں پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلام کی عمارت کوڈھادینے والا نواں کام

مصنف رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

((من اعتقد أن بعض الناس يسعه الخروج عن شريعة محمدٍ صلى الله عليه وسلم كما وسع الخضر الخروج عن شريعة موسىٰ عليه السلام فهو كافر))

''جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ بعض لوگوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے خارج ہو کر اس سے دور رہ کر' مسلمان بنا جاسکتا ہے جیسے خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پابند نہ تھے تو ایسا نظریہ عقیدہ رکھنے والا شخص کافر ہے''

تشریح: یہ حکم اس آیت کے تحت لگایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىْ مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهٖ.(الانعام:۱۵۳)

''اور یہ دین میرا راستہ ہے۔ جو سیدھا ہے۔سو اس راستے پر چلو۔اور دوسری راہوں پر مت چلو یہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی''۔

اس کے علاوہ اس حکم کی دلیل درج ذیل حدیث سے بھی ملتی ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچا اس کے بعد فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے۔ پھر اس خط کے ارد گرد کئی لکیریں کھینچیں پھر فرمایا((هٰذِهٖ سُبُلٌ مُتَفَرِّقَةٌ عَلٰى كُلِ سَبِيلٍ مِنهَا شَيْطَان يَدْعُوْ اِلَيْهِ))

''یہ دائیں بائیں جو لکیریں ہیں یہ شیطان کے راستے ہیں شیطان ان راہوں کی دعوت دیتا ہے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیت بالا کی تلاوت فرمائی'' (احمد'ابو داؤ دالطیالسی'دارمی)

اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص شریعت محمدی سے بے رغبتی اختیار کرے۔یا اپنے آپ کو شریعت سے مستغنیٰ سمجھے،وہ دراصل مسلمان ہی نہیں ہے۔امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''فضلِ اسلام'' میں لکھا ہے۔اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ قرآن ہمیں اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم دیتا ہے۔اور اس اطاعت سے خروج کرنے سے روکتا ہے۔ بلکہ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے انکار دخولِ جہنم کی ایک بڑی وجہ ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میری ساری امت جنت میں جائے گی سوائے اس کے جو انکار کرے عرض کیا گیا۔اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں جانے سے کون انکاری ہوگا؟فرمایا۔

((مَنْ اَطَاعَنِى دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِى فَقَدْ اَبٰى))

''جو شخص میری اطاعت کرے گا تو وہ جنت میں جائے گا۔اور جو میری نافرمانی کرے گا تو وہ ایسا ہی ہے کہ جیسے اس نے جنت میں جانے سے انکار کیا۔''(صحیح البخاری)

شریعتِ محمدی کو چھوڑ کر دیگر دینوں، مذہبوں میں جانے کی ضرورت بھی کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ. (النحل:۸۹)

''ہم نے اس کتاب میں جو تیری طرف نازل کی ہے ہر چیز کی وضاحت بیان کردی ہے''

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تورات کے چند اوراق دیکھے تو فرمایا۔اے عمر کیا اب بھی ان چیزوں کے متلاشی ہو؟ پھر فرمایا۔

((لقد جئتکم بها نقية بيضاء، ولو کان موسٰی حيّا، واتّبعتموه، وترکتمونی لضللتم))(نسائی)

''اے عمرؓ میں تمہارے پاس ایک صاف شفاف دین لے کر آیا ہوں۔اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور تم ان کی اطاعت کرتے اور مجھے چھوڑ دیتے تو تم گمراہ ہو جاتے''

ایک اور حدیث میں الفاظ یہ ہیں۔

اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی میری ہی اتباع کے پابند ہوتے۔ان الفاظ کو سن کر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

((رضيت باللّٰه ربّاً، وبالاسلام ديناً وبمحمدٍ نبيًّا))

''میں اللہ کو رب، اسلام کو دین، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نبی ماننے پر راضی ہو گیا''

اس حدیث کے علاوہ دیگر دلائل بہت سے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعتِ اسلام سے منہ موڑ کر مسلمان نہیں رہا جا سکتا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے، ایمان رکھنے والے تھے۔تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف اور صرف دینِ اسلام ہی کی عزت وتوقیر احترام اور اتباع کرتے تھے۔اس کے علاوہ کسی مذہب کے قریب تک نہ جاتے تھے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے نبی کی صحبت کے لئے منتخب فرمایا تھا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں کے دلوں کو دیکھا ان میں سب سے زیادہ بہترین دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پایا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے، دین اور رسالت کے لئے منتخب فرمایا پھر تمام بندوں کے دلوں کو دیکھا اور ان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دل تمام بندوں سے بہترین پایا انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاون وصحبت کے لئے منتخب فرمایا۔یہ صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ کے دین کی خاطر جہاد کرتے تھے مسلمان جسے اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے اور جس چیز کو برا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برا ہے۔(مسنداحمد مسندبزار بسند حسن)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض کی ہے۔اس فرض کو ماننے والوں اور انکار کرنے والوں کی دو اقسام ہیں۔

- **امتِ مجیبہ:** یعنی وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی، اور نور قرآن کی اتباع کی۔

- **امتِ متکبرہ:** یعنی وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔اور اطاعت سے انکار کیا۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔''بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شریعت کو تھامنے اور اس کی پابندی کرنا ان لوگوں پر لازم ہے جن میں معرفت اور حال کی صفت نہیں ہے۔لہٰذا جن لوگوں کے پاس علم ومعرفت ہے انہیں نبوی شریعت کی پابندی کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ اسے چاہئے کہ وہ حقائق کونیہ قدریہ کے ساتھ ساتھ چلتا رہے یا اپنے وجدان ذوق اور کشف کے مطابق عمل کرتا رہے۔کتاب وسنت کے ساتھ چمٹے رہنا لازمی نہیں ان میں سے کچھ ایسے ہیں۔جو عمل ترک کر کے عملاً محروم ومعذور بن کر رہتے ہیں۔اور کچھ ایسے ہیں۔کہ انہوں نے اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر فاسق بننا قبول کر لیا ہے۔کچھ اللہ پر ایمان ترک کر کے مرتد منافق یا کھلے کافر بن چکے ہیں۔ایسے بہت سے لوگ ہیں جو کہ موسیٰ علیہ السلام وخضر کے قصوں سے اپنے لئے دلائل پکڑتے ہیں''۔ (فتاوی:۱۱/۴۱۸)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس موضوع پر مزید قمطراز ہیں۔ ''لوگ موسیٰ علیہ السلام وخضر کے واقعے سے دوطرح سے دلیل لیتے ہیں۔

- کہ خضر اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادے کو جاننے والے تھے اسی ارادے کو حقیقتِ کونیہ کہتے ہیں اس لئے موسیٰ علیہ السلام کے حکم ونہی کی اطاعت ان سے ساقط ہوگئی تھی یہ بات کہنا ایک بہت بڑی جہالت ہے بلکہ کفر اور گمراہی کی انتہا ہے۔ جس پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہنا جو شخص اللہ کو رب مانے اور تقدیر پر ایمان لائے اس کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امر ونہی کی پابندی ضروری نہیں اس بات سے اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں اور ان کی کتابوں کا انکار لازم آتا ہے جو کہ کفر ہے۔
- بعض جہلا یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ان کے لئے شریعت محمدی سے خروج جائز ہے جیسا کہ خضر، موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پابند نہ تھے وہ کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے بعض ولیوں کو کشف کے ذریعے ایسے علوم حاصل ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ شریعت کی اتباع سے کلی یا جزوی طور پر مستغنی ہوجاتے ہیں۔ اس لیے بہت سے لوگ مطلقاً یا بعض وجوہات سے ولی کو نبی پر فضیلت بھی دیتے ہیں۔ (نعوذ باللہ) اور ان کی دلیل یہی قصہ خضر ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا تمام فاسد خیالات نظریات بہت بڑی جہالت وگمراہی پر مبنی ہیں بلکہ کفر ونفاق سے لبریز ہیں۔ دینِ اسلام کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ رسول عربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات کے لئے رسول بن کر آئے ہیں عرب وعجم، بادشاہ وعوام، علماء اور زہاد غرض ہر شخص کے لئے تاقیامت رسول بن کر آئے ہیں جن وانس میں سے کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع سے خروج کرے یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات سے روگردانی کرے بلکہ اگر سابقہ انبیاء بھی زندہ ہوجائیں تو وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی اتباع کریں گے۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام جب قربِ قیامت آسمان سے زمین پر تشریف لائیں گے تو اس وقت شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پیروکار ہوں گے۔

جب سابقہ انبیاء اور عیسیٰ علیہ السلام پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع فرض ہے تو عام لوگوں پر کیوں نہیں ہے؟؟ اس کے علاوہ اسلام کا لازمی تقاضا بھی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد اب شریعت موسوی وعیسوی علیہما السلام کی اتباع بھی جائز نہیں ہے تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ ان لوگوں کے لئے شریعت سے خروج جائز ہے؟؟

شیخ الاسلام رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ ان لوگوں کے خیال فاسد کو باطل کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ انہیں بتادیا جائے کہ موسیٰ علیہ السلام خضر کی طرف رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے خضر پر بھی فرض نہیں کیا تھا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کریں بلکہ بخاری ومسلم کی روایت کے مطابق خضر نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا ''مجھے اللہ نے ایسا علم عطا فرمایا جو آپ کو نہیں ملا اور آپ کو جو علم ونبوت ملی ہے وہ مجھے نہیں ملی''۔ موسیٰ علیہ السلام خاص طور پر صرف بنی اسرائیل کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

((کان النبی یبعث الی قومه خاصة ، وبعثت اِلی الناس عامّة))

''تمام انبیاء خاص طور پر اپنی قوم کی طرف مبعوث کئے جاتے تھے۔ اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں'' (بخاری ومسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت میں تمام افراد شامل ہیں۔ کوئی شخص قصہ خضر سے استدلال کرتے ہوئے شریعت سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ جو شخص اپنے آپ کو یا کسی اور کو شریعت سے مستثنیٰ سمجھے گا وہ بالاتفاق کافر ہوگا۔ دراصل خضر بھی شریعت موسیٰ سے خارج نہ ہوئے تھے۔ بلکہ جن اسباب کی بنا پر یہ واقعہ پیش آیا جب وہ اسباب خضر نے موسیٰ علیہ السلام کو بتائے تو موسیٰ علیہ السلام نے بھی ان کی موافقت کی جس سے ان کا آپس میں کوئی اختلاف نہ تھا اگر خضر شریعتِ موسوی کے مخالف ہوتے تو موسیٰ علیہ السلام اس سے اتفاق نہ کرتے۔

اس مسئلے کی وضاحت کے بعد یہ دعویٰ کرنا جائز نہیں جیسا کہ غالی صوفیاء کا نظریہ ہے کہ وہ شریعتِ محمدیہ کے پابند نہیں ہیں یہ لوگ قرآن کی ایسی آیات سے غلط استدلال کرتے ہیں۔

جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ ۔(حجر:۹۹)

''اپنے رب کی عبادت کرو حتیٰ کہ یقین آجائے''۔

یہ صوفیاء یقین سے مراد علم ومعرفت لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمیں کشف ومعرفت سے علم حاصل ہوگیا ہے لہٰذا اب شریعت کی پابندی ضروری نہیں ہے۔ ایسی بات

کہنا کفر ونفاق ہے۔(تمام مفسرین کے نزدیک یقین سے مراد اختتام زندگی یعنی موت ہے۔موت آجانے تک عبادت کرتے رہواس آیت سے مراد یہ ہے نہ کہ وہ جوصوفیاء نے کہا ہے۔(مترجم)

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے۔

''رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو کسی شخص کی رائے کی وجہ سے سرکشی کرتے ہوئے رد کرنا کفر نہیں تو کیا ہے۔؟ تم بھی اپنے اقوال واعمال کو دیکھو۔ایسا نہ ہو کہ تم بھی نقصان وگھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ۔''

قارئین کرام! جب قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم رد کرنا' سرکشی وانکار کرنا کفر کہلائے گا تو شریعت سے بالکل نکل جانا کیا کہلائے گا؟؟؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلام کی عمارت کو ڈھا دینے والا دسواں کام

مصنف رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

((الاعراض عن دین اللّٰه تعالیٰ لا یتعلمه ' ولا یعمل به))

''اللہ تعالیٰ کے دین سے بے پرواہی کرنے والا جو نہ اس کو سیکھتا ہے نہ اس پر عمل کرتا ہے تو وہ شخص کافر ہے''

تشریح: اس حکم کی دلیل یہ آیت ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ

(السجدة:۲۲)

''اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اللہ تعالیٰ کی آیات کا وعظ کیا گیا پھر بھی اس نے منہ پھیر لیا۔ہم بھی مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں''۔

پیچھے مذکور دینِ اسلام سے اعراض اور روگردانی کرنے سے مراد ہے کہ دینِ اسلام کی بنیادی وعقیدہ کی تعلیم سے بھی لاعلم رہنا جن بنیادی عقائد وتعلیم سے آدمی مسلمان بنتا ہے۔ان سے مراد تفصیلی علم نہیں ہے۔کیونکہ تفصیلی علم تو صرف علماء وطلباء دین کو حاصل ہوتا ہے۔

علامہ عبداللطیف بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے اس مسئلے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا''جب ایمان کی اصل بنیاد موجود ہو تو لوگوں میں ایمان کی کمی بیشی اور اس کے درجات میں تفاوت (اتار چڑھاو) ہوسکتا ہے۔لیکن جب ایمان کی بنیاد ہی نہ ہو وہ توحید ہی نہ ہو جس کے ذریعے انسان اسلام میں داخل ہوتا ہے۔اور اس کے ساتھ ساتھ وہ انسان کلی طور پر دین اسلام سے منہ پھیرے، اعراض کرے(نہ دین کو سمجھے، نہ پڑھے نہ اسکو اہمیت دے بلکہ مطلقاً اسلام کی بنیاد سے ہی غافل رہے) تو اسی چیز کو کفر کہتے ہیں۔فرمان الٰہی ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِ نْسِ (الاعراف:۱۷۹)

''اور بے شک ہم نے جہنم کے لئے بہت جن اور انسان پیدا کئے ہیں''

فرمان الٰہی ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى

(طہٰ:١٢٤)

’’اور جوشخص میرے ذکر سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی میں تنگی رہے گی اور ہم اسے روزِ قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے‘‘۔

اس کلام کے متعلق علامہ سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔شیخ عبداللطیف رحمہ اللہ کے کلام سے واضح ہوگیا کہ اعراض کرنے سے مراد فرائض ومستحبات کو ترک کرنا نہیں ہے۔بلکہ اسلام کے بنیادی عقائد وتعلیمات سے روگردانی مراد ہے۔جن عقائد کے ذریعے کوئی اسلام میں داخل ہوتا ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔کفر اور اعراض سے مراد وہ کفر ہے جس میں کوئی شخص اپنے دل اور کانوں سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے اعراض کرے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ ہی تصدیق کرے اور نہ ہی تکذیب کرے۔رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہی دوستی رکھے اور نہ ہی دشمنی رکھے۔اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کتاب وسنت لائے ہیں۔ان کی طرف مائل نہ ہو۔(مدارج السالکین)

اعراض کے معنی کے وضاحت کے بعد آپ کے سامنے ہمارے زمانے اور پچھلے زمانے کے قبروں کے پجاریوں کا حکم واضح ہوگیا ہوگا۔آپ دیکھیں گے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں۔جنہوں نے کبھی اسلام کے بنیادی عقائد پر غور ہی نہیں کیا۔ایمان باللہ اور عقیدہ توحید کو سیکھا اور جانا ہی نہیں۔کلمہ پڑھنے والے کلمہ کی حقیقی مفہوم سے ناآشنا ہیں کیونکہ انہوں نے کلمہ کے تقاضوں کو نہ سمجھا اور نہ سمجھنے کی کوشش کی بلکہ ان کے دل ودماغ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراض کرتے نظر آتے ہیں۔اور یہ لوگ نہ کسی وعظ کے وعظ کی اور نہ ہی کسی ناصح کی نصیحت کی پرواہ کرتے ہیں۔فرمانِ الٰہی ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّا اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ. (الاحقاف:٣)

’’اور کافر لوگ جس چیز سے ڈرائے جاتے ہیں‘ منہ موڑ لیتے ہیں‘‘۔

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ موڑنے والوں کے متعلق یہ کہنا درست نہیں کہ یہ جاہل ہیں۔لہٰذا کافر نہیں ہیں۔؟ جاہل کو جب اس کی غلطی بتائی جاتی ہے تو وہ حق بات کو مان لیتا ہے اور اپنی غلطی سے رجوع کرتا ہے لیکن یہ بتوں اور غیر اللہ کی عبادت پر ڈٹیں ہوئے ہیں۔اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر کان ہی نہیں دھرتے۔اور تو اور جو شخص ان کے باطل ہونے پر تنقید کرے اس کو ایذائیں پہنچاتے ہیں۔اسے لوگوں کے لئے جہالت کو بطور عذر پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ

(السجدة:٢٢)

’’اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے۔جسے اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ پڑھ کر یاد لائی گئیں۔پھر بھی اس نے منہ پھیر لیا۔یقیناً ہم بھی گناہ گاروں سے انتقام لینے والے ہیں‘‘۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مصنف رحمہ اللہ دس نواقضِ اسلام ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں اسلام کے خلاف ان دس میں سے کسی بھی عمل کا ارتکاب کرنے والا سنجیدہ ہو یا مذاق کر رہا ہو یا کسی خوف کی بنا پر اسلام کے خلاف عمل پیرا ہو ان تینوں حالتوں میں کوئی فرق نہیں ہے اگر کوئی شخص مجبور ہو تو یہ قابل معافی ہے مجبوری کی بنا پر خلافِ اسلام عمل کرنے کی دلیل یہ آیت ہے۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (النحل:١٠٦)

’’جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے۔علاوہ اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔مگر جو کھلے دل سے کفر کرے تو ان پر اللہ کا غضب ہے۔اور انہی کے لئے بہت بڑا عذاب ہے‘‘۔

مجبوری کا اظہار قول وعمل دونوں سے ہوسکتا ہے۔اس آیت میں اس بات کی اجازت ہے۔
شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ آخر میں فرماتے ہیں۔
کلها من اعظم ما یکون خطراً و اکثر ما یکون وقوعًا .
''یعنی مذکورہ بالا دس نواقضِ اسلام سب کے سب بڑے ہلاکت انگیز ہیں اور بہت ہی زیادہ لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہم اس شرح کو شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے تمام شبہات واعتراضات کو دور کرنے والے کلام کے ساتھ ختم کررہے ہیں یہ جو آپ نے اپنی کتاب ''کشف الشبہات'' میں بیان فرمایا ہے لکھتے ہیں۔
''اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ توحید کا قرار دل' زبان اور عمل ہر چیز سے ہونا چاہیے ان تینوں میں سے کسی ایک چیز سے انکار کرنے کی وجہ سے کوئی شخص مسلمان نہیں بن سکتا۔مثلاً اگر کوئی شخص توحید کا علم تو رکھتا ہو مگر اس کا عمل توحید پر مبنی نہ ہو تو وہ سرکش کافر ہوگا۔جیسا کہ ابلیس اور فرعون ہوئے بہت سے لوگ یہاں غلطی کرتے ہیں کہتے ہیں ہاں یہ حق ہے ہم اس بات کو مانتے ہیں۔مگر ہم اس حق پر عمل نہیں کرسکتے ہمارے شہر یا ملک والوں کے نزدیک یہ عمل کرنا اچھا نہیں ہے۔انہیں یہ خبر نہیں کہ کفر کے اکثر لیڈر حق کو جانتے ہیں۔مگر ان کے پاس بھی حق کو چھوڑنے کے لئے ایسے ہی بہانے ہوتے ہیں۔
جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔
اِشْتَرَوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیْلًا (التوبة:٩)
''انہوں نے اللہ کی آیات کو تھوڑی قیمت میں بیچ دیا ہے''۔
اس طرح کوئی شخص توحید کا ظاہری عمل تو کرے مگر اس توحید کا دل سے اعتقاد نہ رکھتا ہو۔تو وہ منافق ہوگا ایسا شخص کفار سے بھی برا ہے۔
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ . (النساء:١٤٨)
''بے شک منافقین جہنم کے نچلے گڑھے میں رہنے والے ہیں''۔
اس مسئلے کی وضاحت اس وقت سامنے آتی ہے۔جب تم لوگوں کی زبانوں پر غور وفکر کرو گے تم دیکھو گے کہ لوگ حق کو مان کر بھی عمل نہیں کرتے ان کو دنیاوی نقصان ' دنیاوی قدر ومنزلت اور لوگوں کی تنقید کا ڈر ہوتا ہے اس طرح بہت سے ظاہری عمل کرنے والے دلی طور پر منافق ملتے ہیں (اب تو ہمارے زمانے میں اس سے بھی لوگ آگے جاچکے ہیں کہ خود توحید پر عمل نہیں کرتے البتہ موحدین سے آمادہ پیکار رہتے ہیں مشرک حکام کے ہاں ان کی شکایتیں کرتے ہیں تاکہ یہ موحدین ان لوگوں کے دنیاوی مفادات کی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں اس کے باوجود یہ لوگ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور موحدین کے اس عمل پر افسوس کا اظہار کرتے ہے کہ یہ لوگ اللہ کے دین کے دشمنوں سے عداوت رکھتے ہیں اور اللہ کا قرب تلاش کرتے ہیں موحدین پر اس طرح کے اعتراضات کرنے والے یا ان کی شکایتیں کرنے والے نفاق کے بھی مرتکب ہیں اور توحید کے معاملے میں انتہائی تفریط کا شکار ہیں)
لیکن عزیزانِ گرامی! آپ کو چاہیے کہ قرآن کی دو آیات پر غور وفکر کریں۔
- پہلی آیت میں ارشاد الٰہی ہے۔

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ.(التوبة :٦٥)

''عذر پیش نہ کرو تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے ہو''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اہلِ روم کے خلاف جہاد کیا تو اس موقع پر بعض منافقوں نے از راہِ طنز و مزاح کلمہ کفر ادا کیا تھا ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی دیکھئے! صرف مذاقاً کفر کرنے سے بھی کفر ہوتا ہے تو دنیاوی لالچ طمع اور حرصِ دولت و جاہ کی وجہ سے کفر کرنا کیسا کفر اور کتنا نقصان ہوگا؟؟

- دوسری آیت میں اللہ کا فرمان ہے۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌO ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ(النحل:١٠٦-١٠٧)

''جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے علاوہ اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔ مگر جو کوئی کھلے دل سے کفر کرے تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لئے بڑا عذاب ہے۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ محبوب رکھا''

اس آیت میں دنیا کو ترجیح دینے والوں کا کوئی عذر اللہ تعالیٰ نے قبول نہیں فرمایا۔ یہ کفر دنیاوی لالچ اور حرصِ مال کے لیے ہو یا اپنے اہل و عیال گھربار اور وطن کی محبت کی بنا پر ہو اللہ کی نظر میں برابر ہے۔ سنجیدگی سے کفر کیا جائے یا از راہِ مذاق کفر میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اس آیت میں مجبوراً کفر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف کیا ہے۔ مجبوری کی دو اقسام ہیں۔

اوّل: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مجبوری سے درگزر کیا ہے۔ انسان جن چیزوں سے مجبور ہوتا ہے زبان یا عمل سے دل کے معاملات پر کسی کا اختیار نہیں چلتا لہٰذا دل سے تو ایمان پر راضی رہنا چاہیے۔

ثانی: اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کفر کرنے کی وجہ دینِ اسلام سے نفرت و بغض یا کفر سے محبت نہیں ہے۔ بلکہ صرف دنیا کی زندگی سے لطف اندوز ہونے کے لئے یہ سب مکروہ افعال کیے جاتے ہیں۔ دنیا کو دین پر ترجیح دی جاتی ہے۔ (واللہ اعلم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دو اهم فتاویٰ

تکفیر معین کا حکم اور کسی موحد کو کافر کہنا

سوال: ہمیں اس بارے میں فتوی چاہیے کہ قیام حجت کا کیا معنی ہے؟

جواب: ہم اس شخص کو کافر نہیں کہہ سکتے جو ہمیں کافر کہتا ہے چاہے وہ یہ بات تاویل کر کے کہتا ہو یا بغیر تاویل کے علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اگر اس نے یہ بات تاویلاً کہی ہو تو پھر اسے کافر نہیں کہا جائے گا ابن حجر ہیثمی ؒ نے شافعی مسلک کے علماء کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایسے شخص کو کافر کہا ہے اگر چہ وہ تاویل نہ کرتا ہو۔ متولی سے منقول ہے وہ کہتا ہے اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو بغیر تاویل کے کافر کہے تو وہ شخص کافر قرار دیا جائے گا۔ علماء کی ایک جماعت نے بھی اس کی تائید کی ہے انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو کافر کہے تو وہ قول ان میں سے ایک پر واپس لوٹ آتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی مسلم کو کافر کہے تو وہ کافر قرار دیا جائے گا۔ اس لیے کہ اس نے اسلام کو کفر کہا ہے بعض لوگوں نے اس وجہ کا تعقب کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ اس لفظ کے کہنے سے یہ مراد نہیں لیا جاتا بلکہ اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ گویا وہ کہہ رہا ہے کہ تم دین اسلام پر ہی نہیں ہو جو کہ حق دین ہے تم کافر ہو تمہارا دین اسلام کے علاوہ کوئی اور ہے اور میں دین اسلام پر ہوں یہی مفہوم و مراد صحیح ہے اس لیے کہ کسی کو کافر کہنا اسلام کا انکار نہیں ہوتا بلکہ اس شخص سے اسلام کی نفی مقصود ہوتی ہے۔ لہٰذا اس قول کی بنا پر اسے کافر نہیں کہا جاتا البتہ اس بدترین بات کی وجہ سے تعزیری سزا دی جائے گی جو مناسب ہوگی۔ اسی طرح کسی کو فاسق کہنے کا مسئلہ ہے کہ عبادت کو فسق نہیں کہا گیا بلکہ شخص کے عمل کو فسق کہا گیا ہے۔ مسلم میں امام نووی رحمہ اللہ کے قول کا بھی یہی مطلب بنتا ہے اس حدیث کے ضمن میں وہ لکھتے ہیں۔ یہ وہ مسئلہ ہے جسے علماء نے مشکل مسائل میں شمار کیا ہے اہل حق کا مسلک یہ ہے کہ مسلمان معصیات کی وجہ سے کافر نہیں ہوجاتا جیسے کہ قتل، زنا یا کسی مسلمان کو کافر کہنا جب کہ وہ دین اسلام کے باطل ہونے کا عقیدہ نہ رکھتا ہو پھر انہوں نے اس حدیث کی مندرجہ ذیل تاویلات ذکر کی ہیں۔

- حدیث کا معنی ہے کہ کوئی شخص کسی مسلم کو کافر کہے اور اس کہنے کو وہ جائز و حلال سمجھتا ہو۔ لوٹ آنے کا مطلب ہے وہ کلمہ اور لفظ لوٹ آتا ہے۔ حَارَ ، بَاءَ ، رَجَعَ ، سب کا معنی ایک لوٹنا ہے۔
- اس پر لوٹ آنے والی بات یہ ہے کہ اس نے اپنے مسلمان بھائی کی شان میں کمی کی ہے اور کافر کہنے کا جو گناہ ہے وہ اس پر لوٹ آتا ہے۔
- یہ حدیث خوارج کے بارے میں ہے جو مؤمنوں کو کافر کہتے تھے۔ یہی قول قاضی عیاض رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے مگر یہ ضعیف ہے۔
- معنی یہ ہے کہ اس بات کا انجام کفر ہے اس لیے کہ گناہوں کی کثرت کفر تک پہنچا دیتی ہے زیادہ گناہ کرنے والے کے کفر میں مبتلا ہونے کا ہر وقت اندیشہ رہتا ہے جیسا کہ ابن عوانہ رحمہ اللہ نے اپنے مستخرج میں روایت کیا ہے کہ اگر وہ شخص ایسا (یعنی کافر) نہ ہوا تو یہ کہنے والا کفر کے ساتھ لوٹ آئے گا۔
- اپنے کفر کے ساتھ لوٹنے کا معنی یہ نہیں ہے کہ وہ حقیقت میں کافر ہو گیا بلکہ اس کا کفر یہی ہے کہ چونکہ اس نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا ہے گویا خود کو کافر کہا ہے۔ ابن دقیق العید رحمہ اللہ کہتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ جس نے کسی ایسے شخص کو کافر کہا جو کافر نہیں تھا تو یہ بات اس پر لوٹ آئے گی یہ ان لوگوں کے لئے بہت بڑی وعید ہے جو کسی مسلمان کو کافر قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ کافر نہیں ہوتا یہ تکفیر ایک ایسی الجھن ہے جس میں بہت سے علماء الجھ گئے ہیں عقائد میں انہوں نے اختلاف کیا ہے اور ایک دوسرے کو کافر کہا ہے۔

استاد ابو اسحاق اسفرائینی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہتے ہیں۔ میں صرف اس شخص کو کافر کہتا ہوں جو مجھے کافر کہے کبھی کبھی یہ مسئلہ بعض لوگوں پر مخفی رہتا ہے تو وہ اسے غلط جگہ استعمال کر لیتے ہیں (یعنی اس حدیث کا صحیح مفہوم سمجھ نہیں پاتے) مزید فرماتے ہیں۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کافر کہنے والا یا کہے جانے والا دونوں میں سے کسی ایک پر یہ قول صادق آئے گا ابو اسحاق رحمہ اللہ کے قول کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تاویل کرنے والے اور نہ کرنے والے میں کوئی فرق

نہیں ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث خوارج کے بارے میں ہے جو مؤمنوں کو کافر کہتے تھے امام مالک رحمہ اللہ کے اس قول کو دیگر علماء مالکیہ و دیگر نے بھی اختیار کیا ہے اس لیے کہ خوارج نے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر اور ان کا قتل جائز قرار دیا ان کے اموال کو حلال قرار دیا جبکہ وہ اپنے اس قول کو اللہ کے قرب کا ذریعہ سمجھتے تھے مگر ان کی یہ تاویل ان کے لئے عذر نہیں بن سکی البتہ بہت سے فقہاء ان خوارج کو کافر نہیں سمجھتے اس لیے کہ وہ اپنے قول کی تاویل کرتے ہیں کہ اگر کسی نے معصوموں کا قتل جائز قرار دیا اور ان کے اموال کو لوٹا بغیر شبہ اور تاویل کے تو وہ کافر شمار ہوگا۔ اگر اس نے تاویل کی بنا پر اس کو حلال سمجھا تو وہ کافر نہیں ہوگا جیسا کہ خوارج تھے۔

دوسرا مسئلہ: شخص معین کی تکفیر اور اس کے قتل کا جواز اس بات پر موقوف ہے کہ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حجت پہنچ چکی ہو جس کی مخالفت پر کسی کو کافر کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جس کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو۔ عقیل رحمہ اللہ نے اپنے ہم مسلک علماء سے نقل کیا ہے کہ اسے سزا نہیں دی جائے گی کہتے ہیں کہ جس آدمی کو دعوت نہیں پہنچی اور اس نے اچھا عمل کیا تو اس کے گناہ اللہ معاف کرے گا اس کی دلیل مسلم کی وہ روایت ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس امت میں کوئی یہودی یا نصرانی میری آمد کے بارے میں سنے اور پھر میری شریعت پر ایمان نہ لائے تو وہ جہنمیوں میں سے ہوگا۔ مسلم کی شرح میں ہے کہ اس حدیث میں یہود و نصاریٰ کی تخصیص ہے اس لیے کہ ان کے پاس کتاب ہے۔ اس طرح اس حدیث کے مفہوم سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جسے اسلام کی دعوت نہیں پہنچی اس کا یہ عذر قبول ہے یہی اصول ہے شریعت پہنچنے سے پہلے حکم نہیں لگایا جاتا۔ قاضی ابویعلیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ کہ اللہ کا فرمان ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيۡنَ حَتّٰى نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا. (الاسراء:۱۵)

ہم اس وقت تک عذاب نہیں کرتے جب تک رسول نہ بھیج دیں''۔

فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عقلی طور پر پہنچانا واجب نہیں ہے بلکہ شریعت کے ذریعے سے جاننا ہے یعنی رسولوں کی بعثت کے ذریعے سے اور اگر کوئی انسان شریعت پہنچنے سے پہلے مر جائے تو اس کے جہنمی ہونے کا قطعی حکم نہیں لگایا جائے گا۔ جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پہنچ گئی تو اس پر حجت قائم ہوگئی اب اس کا جہل کا کوئی عذر قبول نہ ہوگا کہ وہ اللہ، ملائکہ، رسولوں کتابوں آخرت پر ایمان نہ لائے اللہ نے بہت سے کافروں کے عدم علم اور یہود ونصاریٰ کی جہالت کا ذکر کیا ہے مگر سب ان کے کفر پر متفق ہیں۔ ابن حامد رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ جس کو دعوت نہیں پہنچی اسے بھی سزا ملے گی اس لیے کہ اللہ کا فرمان ہے۔

اَيَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ يُّتۡرَكَ سُدًى. (القیامۃ:۳۶)

''کیا انسان کا خیال ہے کہ اسے بے کار چھوڑ دیا جائے گا؟''۔

توحید سے جاہل آدمی کا عذر قبول نہیں

عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابابطین رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ کہ دین کے اصولوں میں شک کرنا کفر ہے شک کا مطلب ہے کہ کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق یا تکذیب کا یقینی فیصلہ نہ کر سکے بلکہ تردد میں رہے اسی طرح قیامت میں اٹھائے جانے یا قیامت قائم ہونے میں شک کرے یا نماز کے وجوب یا عدم وجوب میں سے کسی کا عقیدہ نہ رکھتا ہو تو یہ سب باتفاق علماء کفر ہے ایسے میں اگر کوئی شخص کہے کہ میں اللہ کی آیات و دلائل کو سمجھ نہیں سکا ہوں تو یہ عذر قابل قبول نہیں ہوگا جب دلائل پہنچ جائیں تو پھر نہ سمجھنے کا عذر نہیں بن سکتا اللہ نے کافروں کے بارے میں خبر دی ہے کہ وہ دلائل کو سمجھ نہ سکے تھے۔

اِنَّا جَعَلۡنَا علٰى قُلُوۡبِهِمۡ اَكِنَّةً اَنۡ يَّفۡقَهُوۡهُ وَفِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرًا (الکھف:۵۷)

''ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ اسے سمجھ سکیں اور ان کے دلوں میں ڈاٹ ہے''۔

اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيۡنَ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ (الاعراف:۳۰)

''ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنالیا ہے اور سمجھتے ہیں کہ ہدایت پر ہیں''۔

اللہ نے یہ واضح کر دیا ہے کہ یہ لوگ سمجھ نہیں سکے ہیں مگر یہ ان کے لئے عذر نہیں بن سکتا بلکہ قرآن کی صراحت کی ہے کہ اس طرح کے بھی کافر تھے۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا O اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا O اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا (الکھف:۱۰۳-۱۰۵)

''کہہ دو کیا میں تم کو ان لوگوں کے بارے میں خبر نہ دوں جو اعمال کے لحاظ سے خسارے میں ہیں جن کی کوشش رائیگاں گئی دنیاوی زندگی میں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ بہتر کام کر رہے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کے ساتھ اور اس کی ملاقات کے ساتھ کفر کیا ہے ان کے اعمال برباد گئے لہٰذا ہم قیامت میں ان کے اعمال کا کوئی وزن قائم نہیں کریں گے''۔

شیخ ابو موفق الدین ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ ہر مجتہد ہر وقت صحیح مسئلہ استنباط نہیں کر سکتا جاحظ کا قول ہے کہ اسلام کا مخالف شخص اگر غور و فکر کے بعد حق کا ادراک نہ کر سکے تو اس کا عذر قبول ہے وہ گناہ گار نہیں ہے۔ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جاحظ کا یہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ اللہ کے ساتھ کفر ہے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا رد ہے اس لیے کہ ہم جانتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاریٰ کو اپنے اتباع کی دعوت دی اور اپنے دین پر مصر رہنے کی بنا پر ان کی مذمت کی بلکہ ان سب سے جنگ کی۔ہم جانتے ہیں کہ اسلام مخالف اسلام سے عناد رکھنے والے ایسی باتیں کرتے ہیں ان کی اکثریت اپنے باپ دادا کی تقلید پر قائم ہے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور معجزہ کو سمجھا نہیں۔

قرآن میں بہت سی آیات ہیں جو ہماری اس بات پر دلیل بن سکتی ہیں۔

جیسا کہ مذکور ہے۔

ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ. (صٓ:۲۷)

'' یہ کافروں کا خیال ہے کافروں کے لئے جہنم کا ویل ہے''۔

ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخَاسِرِيْنَ (حمٓ السجدة:۲۳)

''یہ تم نے اپنے رب کے بارے میں بدگمانی کی تمہیں ناکام کیا تو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے''۔

اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ. (جاثية:۲٤)

''یہ صرف گمان ہی کرتے ہیں''۔

وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ. (مجادلة:۱۸)

''وہ سمجھتے ہیں کہ وہ کسی چیز پر قائم ہیں''۔

وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ. (اعراف:۳۰)

''وہ سمجھتے ہیں کہ ہدایت پر ہیں''۔

اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (الکھف:۱۰۳-۱۰٤)

''ان کی کوششیں دنیا میں ناکام ہو گئیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا عمل کر رہے ہیں''۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا. (الکھف:۱۰۵)

''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات اور ملاقات کا کفر کیا تو ان کے اعمال برباد ہو گئے ہم قیامت میں ان کے لئے وزن قائم نہیں کریں گے''۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے والوں کی مذمت کی گئی ہے اور اتنی مذمت کی گئی ہے کہ جس کا شمار مشکل ہے قرآن وسنت میں بہت سے دلائل اس پر موجود ہیں ابن قدامہ رحمہ اللہ اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ اگر ہم صرف اس شخص کو کافر کہیں جو دلائل کو جانتا سمجھتا ہو اور عناد کی وجہ سے نہ مانتا ہو تو اس طرح ہم بہت سے یہود و نصاریٰ کو مسلمان قرار دے دیں گے جبکہ یہ بات باطل ہے۔شیخ تقی الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں تکفیر اور قتل حجت پہنچنے پر موقوف ہے؟ ان کے قول کا مقصد یہ ہے کہ تکفیر اور قتل حجت کے سمجھنے پر موقوف نہیں ہے حجت سمجھنا اور شی ہے اور حجت پہنچنا دیگر اگر تکفیر اور قتل حجت سمجھنے پر موقوف ہو تو پھر ہم صرف اس شخص

کو کافر کہہ سکیں گے جس کے بارے میں ہمیں علم ہو کہ وہ عناد رکھتا ہے۔ مصنف کے کلام سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حجت سمجھنا ایسی چیز ہے جو بہت سے لوگوں پر مخفی رہتی ہے اور یہ بات توحید اور رسالت کے منافی بھی نہیں جیسا کہ اللہ کی بعض صفات سے ناواقفیت وغیرہ جو امور توحید اور سالت پر ایمان کے منافی ہیں۔ ان کی صراحت اللہ نے کئی مقامات پر کردی ہے۔ اور جو کفر یہ امور ہیں ان کے مرتکبین سے توبہ کروائی جائے ورنہ قتل کیا جائے گا لاعلمی اور جہالت ان کے لئے عذر نہیں بن سکتی حالانکہ ہم جانتے ہیں۔ کہ وہ ان امور میں جہالت کی وجہ سے مبتلا ہوئے ہیں وہ ان امور کی حقیقت سے باخبر نہیں ہیں اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ یہ کفریہ کام ہیں اسلام سے خارج کردینے والے امور ہیں تو وہ کبھی یہ کام نہ کریں۔ اس طرح کی باتیں اور فتوے شیخ رحمہ اللہ کی کتب میں بہت زیادہ ہیں جیسا کہ ایک کتاب میں لکھتے ہیں۔ جس نے بھی کسی نبی یا ولی کے بارے میں اتنا غلو کیا کہ اس میں الوہیت کا کوئی شائبہ نظر آیا مثلاً اللہ کو چھوڑ کر اسے پکارا کسی سے بخشش، مدد، رحم وغیرہ مانگی یا کسی پر توکل کیا وغیرہ یا ایسا غلو کیا کہ اس میں الوہیت کی کوئی صفت کا شائبہ آیا جو کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے جائز نہیں تو یہ سب شرک ہے گمراہی ہے اس کے مرتکب سے توبہ کرائی جائے گی اگر توبہ نہ کی تو قتل کردیا جائے گا فرماتے ہیں جس نے اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلے بنائے انہیں پکارا ان پر توکل کیا ان سے دعائیں مانگیں تو یہ شخص بالاتفاق کافر ہے۔ نیز فرماتے ہیں جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ عیسائیوں سے ان کی عبادت گاہوں میں ملنا ان سے ملاقات کرنا اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے تو ایسا شخص مرتد ہے اگر چہ وہ اس عقیدے کی حرمت سے واقف نہ ہو تو اسے بتادیا جائے گا اگر پھر بھی مصر رہا تو وہ مرتد ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں جس نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو یا کسی ایک کو گالی دی یا اس گالی کے ساتھ ساتھ اس نے علی رضی اللہ عنہ کو نبی یا معبود مانا یا یہ کہا کہ جبریل سے (وحی دینے میں) غلطی ہوئی ہے تو ایسے شخص کے کفر میں شک نہیں ہے۔ جو شخص اس کو کافر کہنے میں توقف کرتا ہے وہ بھی کافر ہے۔ مزید فرماتے ہیں جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم مرتد ہو گئے تھے سوائے چند کے یا صحابہ رضی اللہ عنہم کو فاسق کہے تو یہ شخص یقینی کافر ہے ایسے شخص کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔ شیخ رحمہ اللہ نے تو ایسے لوگوں کے کفر میں شک کرنے والوں کو بھی کافر کہا ہے حالانکہ شک کرنے والا بے خبر ہوتا ہے مگر اس کی بے خبری عذر نہیں بن سکتی۔ شیخ رحمہ اللہ ایک موقعہ پر فرماتے ہیں اس وجہ سے علماء کہتے ہیں کہ جس نے تکبر کی بنا پر نافرمانی کی وہ کافر ہے ابلیس کی طرح ایسے شخص کے کفر پر اتفاق ہے اور جو شخص شبہے کی وجہ سے نافرمانی کرے تو اہل سنت کے نزدیک وہ کافر نہیں ہے۔ جس نے حرام کو حلال سمجھ کر ان کا ارتکاب کیا وہ بالاتفاق کافر ہے حرام کو حلال سمجھنے کا مطلب ہے حرام کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ حلال ہے یہ عقیدہ دو طرح سے رکھا جاتا ہے یا تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسے اللہ نے حرام قرار نہیں دیا کبھی یہ عقیدہ نہیں رکھا جاتا۔ دراصل یہ عقیدہ ایمان بالربوبیت میں خلل آنے کی وجہ سے رکھا جاتا ہے یا رسالت پر ایمان میں خلل کی وجہ سے یہ خالص انکار کی صورت ہے۔ کبھی عقیدہ تو یہ رکھتا ہے کہ اللہ نے اسے حرام قرار دیا ہے مگر اس حرمت کا التزام نہیں کرتا اس حکم سے عناد رکھتا ہے تو یہ پہلے والے سے بھی شدید کفر ہے۔

اس بارے میں شیخ رحمہ اللہ کے بہت اقوال ہیں انہوں نے تکفیر صرف معاند کے ساتھ خاص نہیں کیا ہے قطع نظر اس بات سے کہ اکثر لوگ جاہل ہوتے ہیں انہیں اپنے کفریہ اعمال و اقوال کے بارے میں معلوم ہی نہیں ہوتا مگر ان معاملات میں جہل و عدم علم عذر نہیں بن سکتا اس لیے کہ ان اقوال و افعال میں سے کچھ توحید کے منافی ہوتے ہیں جبکہ توحید پر کاربند رہنا سب سے بڑی ذمہ داری ہے کچھ اعمال و اقوال رسالت کے منافی و معارض ہوتے ہیں یا کتاب و سنت کے ان نصوص کو رد کرنے والے اقوال یا اعمال ہوتے ہیں جن نصوص پر علماء سلف کا اجماع ہو چکا ہے۔ سلف نے ایسے اقوال کی بنا پر کچھ لوگوں کو کافر قرار دیا ہے جو اقوال ان کی جہالت کی وجہ سے تھے وہ معاندین نہیں تھے۔ اس لیے فقہاء نے کہا ہے جس نے پانچ نمازوں میں سے کسی ایک کے وجوب کا انکار کیا یا روٹی کی حلت یا شراب کی حرمت کا انکار کیا یا ان میں شک کیا یہ شخص کافر ہوگا اس لیے کہ یہ ایسی چیزیں ہیں جن سے کوئی بے خبر نہیں رہ سکتا اگر توحید کے علاوہ کوئی شرعی حکم ایسا ہو کہ جس سے کچھ لوگ بے خبر رہ سکتے ہیں تو پھر اس کی مخالفت کرنے والے کو اس حکم کے بارے میں بتلایا جائے گا اس کے بعد بھی اگر وہ مصر رہتا ہے تو کافر قرار دیا جائے گا اور قتل جائے گا۔ فقہاء نے ارتداد و تکفیر کا حکم معاند کے ساتھ خاص نہیں کیا ہے انہوں نے مرتد کے حکم میں بہت سے اقوال و افعال کا ذکر کیا ہے جن کی وجہ سے کوئی شخص مرتد ہو جاتا ہے مگر کہیں بھی عناد کی قید نہیں لگائی ہے۔

شیخ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگوں نے شراب کو حلال سمجھا جیسے قدامہ وغیرہ نے ان کا خیال یہ تھا کہ ایمان لانے والے اور عمل صالح کرنے والے کے لئے شراب حلال ہے انہوں نے آیت سے یہی مطلب سمجھا تھا۔

جس میں اللہ نے فرمایا ہے۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ. (المائدة:۹۳)

''جولوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے ان پر گناہ نہیں ہے کہ انہوں شراب چکھ لی جب کہ وہ متقی، ایماندار اور عمل صالح کرنے والے ہیں''۔

علماء صحابہ عمر وعلی رضی اللہ عنہما وغیرہ کا متفقہ قول ہے کہ ان سے توبہ کروائی جائے گی اگر یہ شراب کی حلت پر مصر رہے تو انہیں کافر کہا جائے گا اور اگر شراب پینے کا اعتراف کرلیا تو انہیں کوڑے مارے جائیں گے۔ انہیں شراب حلال سمجھنے کی وجہ سے ابتداء اکافر نہیں کہا گیا اس لیے کہ شبہ موجود تھا جب تک ان کے سامنے مسئلہ کی وضاحت نہ کرلی جائے اس کے بعد بھی اگر وہ اپنی بات پر اصرار کرتے تو انہیں کافر کہا جاتا۔ شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لئے یہ شریعت نہیں بنائی ہے کہ وہ زندہ یا مردہ نبی وغیرہ کو مدد، فریاد، مصیبت میں پکاریں، جس طرح کہ یہ مشروع قرار نہیں دیا کہ امت کسی مردہ کے لئے سجدہ کرے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو منع کیا ہے یہ سب کام شرکیہ ہیں جنہیں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے مگر امت کے متأخرین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے ان امور میں مبتلا ہوگئے ہیں جب تک ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے بارے میں نہ بتایا جائے اس وقت تک ان کو کافر قرار دینا ممکن نہیں ہے۔ شیخ رحمہ اللہ کا یہ قول قابل توجہ ہے کہ جب تک ان لوگوں کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے آگاہ نہ کیا جائے اس وقت تک انہیں کافر نہیں کہا جاسکتا۔ شیخ رحمہ اللہ نے یہ نہیں کہا کہ جب تک ان کا عناد ثابت نہ ہوجائے تو کافر نہیں کہا جائے گا بلکہ صرف شریعت کی پہچان و معلومات پہچانا کافی ہے۔ لوگوں میں جب اسلام سے خارج کردینے والے اور کفریہ افعال واقوال زیادہ ہوگئے ہیں تو اس پر تبصرہ کرتے ہوئے۔ شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ یہ اقوال وافعال تو بہت زیادہ ہیں خاص کر موجودہ دور میں اور ان ممالک میں کہ جہاں جہالت کفر اور نفاق کا غلبہ ہے۔ ان لوگوں کی جہالت کذب، کفر نفاق اور گمراہی اتنی زیادہ ہے۔ کہ اس کا شمار ممکن نہیں۔ اگر اس طرح کی باتیں کسی شخص کے خفیہ اقوال میں ہوں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ اس کی غلطی ہے یہ شخص گمراہ ہے۔ اس پر وہ حجت قائم نہیں ہوئی جس کی بنا پر اسے کافر کہا جائے۔ لیکن یہی کام یا اقوال بعض لوگوں کے ایسے ظاہر افعال میں بھی پائے جاتے ہیں۔ جن کے بارے میں سب کو معلوم ہے کہ یہ دین اسلام کے افعال میں سے ہیں یہاں تک کہ یہود ونصاریٰ تک کو معلوم ہے۔ کہ یہ کام اسلام کے ہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہی کام دنیا میں لائے ہیں مثلاً ایک اللہ کی عبادت کا حکم شرک سے منع کرنا ملائکہ، انبیاء وغیرہ میں سے کسی کی عبادت نہ کرنا ان امور کی مخالفت کرنے والے کو کافر کہا جائے گا۔ اس لیے کہ یہ واضح شعائر اسلام ہیں شریعت کے واضح احکام میں سے یہ بھی ہے۔ کہ یہود ونصاریٰ اور مشرکین سے دشمنی رکھی جائے فحش اقوال وافعال، شراب، سود، جوا حرام ہیں۔ اس کے باوجود بھی بہت سے لوگ ان حرام امور کا ارتکاب کرتے ہیں اور مرتد ہوجاتے ہیں۔ اگرچہ وہ توبہ کریں دوبارہ لوٹ آئیں۔

شیخ رحمہ اللہ نے ظاہری امور اور خفیہ اقوال میں فرق کیا ہے خفیہ اقوال اگرچہ کفر ہیں مگر خفیہ اقوال میں یہ ممکن ہوتا ہے کہ شاید کہنے والا غلطی کر رہا ہو اسے معلوم نہ ہو اس پر حجت قائم نہ ہوسکی ہو مگر ظاہری امور جن کا شریعت ہونا ہر خاص وعام یہاں تک کہ غیر مسلموں کو بھی معلوم ہے۔ ان کی مخالفت کرنے میں عذر نہیں بن سکتا ان کی مخالفت کرنے والے کو کافر کہا جائے گا۔

شیخ رحمہ اللہ کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ امور خفیہ وظاہرہ میں فرق ہے۔ ظاہری امور کی مخالفت پر مطلقاً کفر کا حکم لگایا جائے گا مگر خفیہ امور پر جن میں عدم علم کا عذر بن سکتا ہے۔ جیسا کہ جہمیہ کو مخاطب کرتے ہوئے شیخ نے کہا تھا کہ تم میرے نزدیک کافر نہیں ہو اس لیے کہ تم جاہل ہو اس جملے میں ''میرے نزدیک'' سے معلوم ہوتا ہے کہ جہمیہ صرف شیخ کے خیال میں کافر نہیں ہیں یہ اتفاقی مسئلہ نہیں ہے۔ شریعت کے جو امور ظاہر ہیں ان کی مخالفت اگر کوئی مسلمان جہالت کی بنا پر کرتا ہے تو اسے پہلے معلومات فراہم کی جائیں گی اس کے بعد اگر وہ مصر رہتا ہے تو کافر قرار دیا جائے گا ظاہر امور سے مراد ہے۔ حرام کو حلال سمجھنا یا شرکیہ قول وفعل' مسئلہ مذکورہ میں ایک اور اختلاف بھی ہے مگر صحیح بات یہ ہے۔ کہ وہ مجتہد جو خلق قرآن کے عقیدے کی دعوت دیتا ہو یا اللہ کی رویت کی نفی کرتا ہو یا رافضی مذہب کی دعوت دیتا ہو تو وہ مجتہد کافر کہلائے گا جب کہ یہی عمل کرنے والا اگر مجتہد کے بجائے مقلد ہے۔ تو وہ فاسق قرار دیا جائے گا۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں ہر وہ بدعت جس کی طرف دعوت دینے والے کو ہم کافر قرار دیتے ہیں ان میں تقلید کرنے والوں کو فاسق کہتے ہیں مثلاً خلقِ قرآن یا اللہ کے علم کو مخلوق کہنے والی بدعت یا اللہ کے اسماء کو مخلوق کہنا یا اللہ کی رویت کا (آخرت میں) انکار یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں دینا یا یہ کہنا کہ ایمان صرف عقیدے کا نام ہے۔ وغیرہ اگر کوئی شخص ان بدعات سے واقف ہو پھر بھی ان کی طرف دعوت دیتا ہو ان کے لیے مناظرے کرتا ہو تو اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔ دیگر علماء کے نزدیک عدم علم کے باوجود ایسے لوگ کافر ہیں جبکہ شیخ رحمہ اللہ کے خیال میں صرف فاسق ہیں کافر نہیں ہیں۔ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اعتقادی فسق اہل بدعت کی طرح ہے۔ جو کہ اللہ وآخرت پر ایمان لاتے ہیں۔ اللہ کے حرام کردہ کو حرام کہتے ہیں اللہ کے فرض کردہ کو فرض سمجھتے ہیں مگر بہت سی ایسی باتوں کی نفی کرتے

ہیں۔جنہیں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت کیا ہے۔ یہ کام یا تو جہالت کی وجہ سے کرتے ہیں یا تاویل یا تقلید کی بنا پر اس طرح بہت سی ایسی چیزیں ثابت کرتے ہیں۔جن کا ثبوت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ملتا مثال کے طور پر خوارج روافض اور قدریہ معتزلہ اور بہت سے جہمیہ میں سے کچھ لوگ غلو کرنے والے ہیں وہ ان مذکورہ میں شامل ہیں۔ یہ بھی غلو کرنے والے روافض کی طرح ہیں ان دونوں فرقوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اسی لیے سلف کی ایک جماعت نے ان کو ۷۲ فرقوں سے نکالا ہے وہ کہتے ہیں۔کہ ان کا ملت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جو شخص اپنی خیر خواہی چاہتا ہے۔اسے چاہیے کہ وہ اس مسئلہ تکفیر میں اس وقت گفتگو کرے جب اس کے پاس اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دلائل ہوں صرف اپنی سوچ ،فکر اور سمجھ کی بنا پر کسی کو اسلام سے خارج نہ کرے اس لیے کہ کسی کو اسلام میں داخل کرنا یا خارج کرنا دین کے بہت بڑے امور میں سے ہے۔ہم نے دیگر اہم مسائل کی طرح اس مسئلہ پر بھی سیر حاصل بحث کر لی ہے۔ بلکہ دیگر مسائل سے اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے لہٰذا ہم پر لازم ہے۔ کہ ہم اتباع کریں ابتداع نہ کریں جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔''اتباع کرو ابتداع مت کرو یہی تمہارے لئے کافی ہے''۔جس مسئلے سے متعلق علماء میں اختلاف ہو کہ وہ کفر ہے یا نہیں تو احتیاط کا تقاضا ہے کہ توقف کیا جائے جب تک رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح نص موجود نہ ہو شیطان نے بہت سے لوگوں کو بہکا دیا ہے۔جس کی وجہ سے انہوں نے ایسے لوگوں کو مسلمان قرار دیا ہے۔جن کے کفر پر کتاب وسنت اور اجماع کے دلائل ہیں۔اور ایسے لوگوں کو کافر قرار دے دیا ہے۔جن کے مسلمان ہونے پر قرآن سنت اور اجماع کے دلائل موجود ہیں۔حیرت وتعجب کی بات یہ ہے کہ جب ان لوگوں میں سے کسی سے طہارت، بیع وغیرہ کا مسئلہ پوچھا جاتا ہے۔تو یہ اپنی عقل سمجھ وصوابدید پر فتوی نہیں دیتا بلکہ علماء کے اقوال تلاش کرتا ہے۔اور ان کے مطابق فتوی یا جواب دیتا ہے۔مگر تکفیر جیسے اہم ترین مسئلے میں صرف اپنی عقل سمجھ اور صوابدید پر فتوی دیتا ہے؟ شیخ رحمہ اللہ کے فتاوی میں سے اس مسئلے کے بارے میں فتوی یہ ہے۔کہ اگر کوئی شخص ان باتوں میں سے کسی کا ارتکاب کرے جو کافر بنا دینے والی ہیں تو اس شخص کو کافر کہا جائے گا؟ کہتے ہیں۔کہ کتاب وسنت اور اجماع علماء سے جو ثابت ہے وہ یہ ہے کہ ایسے شخص کو کافر کہا جائے گا کفریہ امور ہیں۔شرک، غیر اللہ کی عبادت وغیرہ جس نے ان میں سے کسی فعل کا ارتکاب کیا یا اسے بہتر سمجھا تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔جس شخص سے بھی ان امور میں سے کسی ایک کا ارتکاب ثابت ہوا تو اس کا نام لے کر کافر کہنے میں کوئی حرج نہیں ہم کہہ سکتے ہیں۔کہ فلاں شخص فلاں عمل کی وجہ سے کافر ہو گیا ہے۔

فقہاء نے حکم المرتد میں بہت سی ایسی اشیاء کا تذکرہ کیا ہے جن کے ارتکاب سے کوئی مسلمان کافر ہو جاتا ہے۔باب کا آغاز ان الفاظ سے کرتے ہیں جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ کافر ہوا اس کے لئے حکم یہ ہے۔کہ اس سے توبہ کروائی جائے گی اگر توبہ نہ کی تو قتل کر دیا جائے گا اور توبہ معین شخص سے کروائی جاتی ہے۔ایک بدعتی نے امام شافعی رحمہ اللہ کے سامنے کہا کہ قرآن مخلوق ہے۔تو امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا تم نے اللہ کے ساتھ کفر کر لیا۔تکفیر معین سے متعلق علماء کے اقوال بہت زیادہ ہیں کفر کی بڑی قسم شرک ہے۔غیر اللہ کی عبادت یہ باتفاق علماء اسلام کفر ہے اس کے مرتکب کی تکفیر میں کوئی مانع نہیں ہے۔جیسا کہ زانی کو زانی، سود خور کو سود خور کہہ سکتے ہیں اسی طرح غیر اللہ کی عبادت کرنے والے کو کافر کہہ سکتے ہیں۔اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت دے اور ہر قسم کی گمراہی سے محفوظ رکھے۔وصلی اللہ علی محمد وصحبہ وسلم.

شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمن ابابطین رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک غلط فہمی

کہ آزادیٔ فکر کا تقاضا ہے کہ لوگوں کو کافر نہ کہا جائے

سوال: ہمارے سامنے ایک سوال آیا ہے جس میں استدعا کی گئی ہے کہ بعض منحرفین ایسے ہیں کہ ان کی عزت کی جانی چاہیۓ۔ان کا استقبال کیا جائے انہیں مواقع دیئے جائیں کہ وہ اپنے خیالات، جدید ادب اور متعفن خیالات پھیلا سکیں مثلاً۔

☆ محمود درویش فلسطینی جو کہ اسرائیل میں ایک قومی پارٹی کا رکن ہے۔اپنے ایک دیوان میں کہتا ہے کہ: اللہ کی آنکھ سوئی ہوئی ہے۔

☆ سمیح القاسم الدرزی فلسطینی (پارٹی ممبر) یہ اپنے کسی دیوان میں کہتا ہے۔اللہ تعالیٰ کس ہتھیلی سے مٹی۔غبار اور دھواں اڑائے گا اور چنگاریاں پھینکے گا؟۔

☆ ایساری السعودی، ترکی محمد جنہوں نے اللہ کی شان میں گستاخیاں کی ہیں۔

اس طرح ہم سے اس بات کی بھی وضاحت کی استدعا کی گئی ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں ادبی تحریروں یا تقریروں کی بنا پر کسی پر فتوی یا کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا یا جو لوگ کہتے ہیں آزادیٔ فکر کا تقاضا یہ ہے کہ ہم کسی پر کفر کا فتوی نہ لگائیں بلکہ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیں۔

جواب: پہلی بات کہ ان لوگوں کو اپنے خیالات ونظریات کی اشاعت کا موقعہ دینا چاہیئے تو یہ بہت بری اور ناپسندیدہ ومنکر بات ہے بلکہ حرام ہے۔ان کے خیالات کو پھیلنے سے روکنا (جبکہ یہ لوگ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرتے ہیں) دینی فریضہ ہے۔جو ہر عالم پر لازم ہے اور حکومتوں کی بھی ذمہ داری ہے بلکہ تمام مسلمانوں کا فرض ہے۔اہل علم کا ہماری اس بات پر اتفاق ہے۔ہر شخص جانتا ہے کہ جس شخص نے زبان سے کفریہ کلمہ نکالا۔اللہ کو یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی یا دین اسلام کو برا بھلا کہا تو ایسے شخص پر توبہ کرائے بغیر فوراً مرتد کی حد جاری کی جائے گی۔جیسا کہ حدیث ((لایحل دم امرئ مسلم)) اور قصہ معاذ بن جبل رضی اللہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک آدمی مسلمان ہونے کے بعد یہودی ہو گیا تھا۔تو معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک اس آدمی کو قتل نہ کر دیا جائے۔یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے۔اس طرح دیگر احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

جب اکثر علماء کی رائے ایسے لوگوں کے بارے میں اس طرح کی ہے۔تو پھر ان کی عزت کیسے جائز ہو سکتی ہے انہیں گمراہی پھیلانے کی اجازت کس طرح د ی جا سکتی ہے۔اگر ان کی عزت کی جائے تو انہیں اپنے گمراہ کن اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی پر مبنی خیالات پھیلانے کی اجازت دی جائے تو یہ اللہ اور اس کی شریعت کے ساتھ مقابلہ شمار ہوگا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین وتحقیر ہوگی۔دوسری بات یہ ہے۔کہ کفر بدعت گمراہی اور فسق پر مبنی کلمات کی مذمت اور انہیں روکنا علماء کی رائے میں لازم اور واجب ہے چاہے کہنے والے کو کافر قرار دیا جا چکا ہو یا نہیں ان کلمات کی مذمت ہر حال میں لازم اور ضروری ہے جہاں تک اس بات کا تعلق ہے۔کہ یہ باتیں ادب سے متعلق ہیں اور ادبیات کی بنا پر کسی پر فتوی نہیں لگایا جاتا۔یہ بات کہنے والے کے بارے میں اگر بہتر سے بہتر تبصرہ کریں تو یہی کہیں گے کہ یہ شخص شریعت سے لاعلم ہے۔لہٰذا اسے اللہ اور شریعت کے بارے میں بات ہی نہیں کرنی چاہیے۔خاص کر اتنے اہم اور خطرناک مسائل کو تو چھیڑنا ہی ایسے شخص کے لئے جائز نہیں ہے۔جو شخص اس طرح کی باتیں کرتا ہے۔اور اسے ادب کا نام دیتا ہے۔جو کہ کفر پر مبنی ہوتی ہیں تو ایسے شخص سے متعلق ہم یہ کہیں گے کہ یا تو اس کا عقیدہ بھی وہی ہے جو اس نے لکھا ہے۔یا اس نے اس وجہ ایسی باتیں اس نے لکھی ہیں۔کہ اس کے دل میں خلجان شکوک وشبہات ہیں۔شعوری یا لاشعوری طور پر بدعت پر مبنی باتیں لکھی ہیں۔اگر پہلی بات ہے تو دلائل شرعیہ اور علماء کے اجماع کے مدنظر یہ شخص بلاشک وشبہ مرتد ہے بغیر توبہ کرائے قتل کیا جائے گا۔جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور کتب عقائد میں تفصیلات موجود ہیں۔لہٰذا ان باتوں کو ادب کہہ کر جائز قرار دینے والوں کو ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ کوئی رائے دینے سے قبل علماء سے

رابطہ کیا کریں۔ اگر بات دوسری ہے یعنی لکھنے والے نے صرف ادب برائے ادب لکھا ہے۔ تو پھر ان کے بارے میں قرآن کا حکم ہے۔ کہ ان باتوں کی بنا پر انہیں کافر قرار دیا جائے کہ انہوں نے مذاق اور کھیل میں شریعت اور اللہ کا مذاق اڑایا ہے۔

قرآن میں ارشاد ہے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ أَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ O لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ.

(توبة : ٦٥)

''اگر آپ ان سے پوچھیں تو یہ کہیں گے کہ ہم باتوں میں مشغول تھے اور کھیل میں مصروف تھے آپ ان سے کہہ دیجئے کہ کیا اللہ۔ اس کی آیات اور اس کے رسولؐ کا مذاق اڑاتے ہو؟ بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو''۔

یہ آیت اس بات پر واضح دلیل ہے کہ کھیل، مذاق میں بھی اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور شریعت کی توہین کرنے والا کافر ہے۔ لہٰذا ایسے لوگ کس طرح معذرت کرتے ہیں۔ یا بہانے بناتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں۔ یا دین کے شعائر میں سے کسی کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اور پھر اسے تصورات، خیالات یا ادب کا نام دیتے ہیں؟۔ تیسری بات کہ آزادیٔ فکر کا تقاضا ہے...... تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن، سنت اور اجماع سے ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ کلمہ کفر یہ منہ سے نکالنا کفر ہے۔ لہٰذا آزادی رائے کا یا آزادی فکر کا مطلب یہ نہیں کہ کفر کہنے کی اجازت دی جائے کتب شرع اس بات پر دال ہیں۔ کہ اگر ذمی بھی اللہ کو یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو اس کا قتل واجب ہے یہ اکثر اہل علم کی رائے ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ ایسے لوگوں کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے تو ہم اس بات کی تائید اس وقت کریں گے جب ان لوگوں کی طرف سے ایسی کوئی بات سامنے نہ آ جائے جو قابل اعتراض ہو اس وقت تک انہیں کچھ نہیں کہا جا سکتا اس لیے کہ لوگوں کی نیتوں یا ان کے ارادوں کی ٹوہ میں لگنا جائز نہیں ہے۔ ہمیں شریعت کا حکم ہے۔ کہ لوگوں کا ظاہر دیکھیں ظاہری اقوال، افعال کے مطابق ان پر حکم لگائیں اگر ان کے افعال یا اقوال خلاف شرع ہیں۔ تو ان کی مذمت کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ ان سے توبہ کروانا اور نہ کرنے کی صورت میں ان پر حد قائم کرنا مسلمانوں کا فرض ہے۔ اگر اس کا قول یا عمل ایسا نہ ہو کہ دنیا میں اس سے توبہ کروانا ضروری ہو تو پھر ایسے شخص کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ یہ ہے اکثر اہل علم کی رائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تکفیر معین کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ

سوال: تکفیر معین کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا کیا عقیدہ ہے؟ اور کیا یہ مسئلہ صرف نظریاتی ہے یا کوئی عملی احکام سے بھی اس کا تعلق ہے کہ جو تکفیر معین کی وجہ سے مرتب ہوتے ہوں؟ اور ہمارے جو بھائی ان مسائل میں مصروف ہیں۔ہم انہیں کیا نصیحت کر سکتے ہیں؟

جواب: اہل سنت والجماعت کے اصولوں میں یہ بھی ہے کہ معین پر کفر کا فتوی لگایا جا سکتا ہے اگر تکفیر کی شرائط موجود ہوں اور کوئی مانع نہ ہو جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ تکفیر معین کا مسئلہ صرف نظریاتی ہے اس کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں تو یہ بات بہت ہی خطرناک ہے بلکہ بہت سے ان شرعی نصوص کے خلاف ہے جن سے تکفیر معین کا ثبوت ملتا ہے۔اس طرح کی باتیں کرنا دراصل شارع پر الزام لگانا ہے کہ وہ صرف نظریاتی احکام دیتا ہے۔جن کا عمل سے تعلق نہیں ہوتا۔حالانکہ ایسی باتیں اللہ کے بارے میں کرنا مناسب و جائز نہیں۔تکفیر کا عقیدہ ولاء و براء (کفار سے دوستی و دشمنی) کے عقیدے کے ساتھ اس طرح جڑا ہوا ہے کہ ولاء و براء کا عقیدہ تکفیر کے عقیدے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔جس طرح کہ کسی پر ارتداد کی حد تکفیر معین کے بغیر ممکن نہیں ہے۔یہ دونوں باہم لازم و ملزوم ہیں۔ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے درخواست کرتے ہیں کہ ان محکم مسائل کو اپنائیں جن میں اختلاف نہیں ہے اور مشکل و متشابہ مسائل میں الجھنے کی کوشش نہ کریں جب تک کسی مسئلے کے بارے میں مکمل علم نہ ہو اور دلائل مہیا نہ ہوں۔یا اہل علم سے سوال کرنے کی جب تک ضرورت پیش نہ آئے۔

فضیلۃ الشیخ ابوبصیر عبدالمنعم مصطفی حلیمۃ حفظہ اللہ